إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا

اسرارِ مذہبِ شیعہ

حصہ اوّل

اس کتابچہ میں اس دلچسپ مباحثہ کی روئداد درج ہے، جو

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر اعلیٰ رضوان لاہور

اور شیعہ اخبار "رضا کار" لاہور کے درمیان ہوئی

ناشر

مولانا عبد الغفور خطیب جامع مسجد میاں سلطان

لنڈا بازار لاہور

ضربِ اوّل

مسئلہ اِلتِ حریر

محترم قارئین! گذشتہ رضوان میں شیعہ کتب کے چند اقتباسات درج ہوئے تھے جن کے جواب میں مشہور شیعہ اخبار "رضاکار" کے ایڈیٹر صاحب نے قلم اُٹھایا ہے اور موصوف کچھ ایسے بدکے ہیں کہ ہم پر طعن و تشنیع کا طومار باندھ دیا ہے اور متانت و تہذیب سے گفتگو کرنے کے بجائے گالیوں اور سوقیانہ حملوں پر اُتر آئے ہیں۔ مدیر رضاکار کے چند کلماتِ "طیّبات" ملاحظہ فرمایئے:۔

۱۔ سید صاحب کچھ تو شرم کیجئے۔ ہاں آپ کو شرم سے کیا علاقہ وہ ایمان کے ساتھ وابستہ ہے۔

۲۔ حیا ہو تو شاید مدیر رضوان کے ڈوبنے کے لیے وہی پانی کافی ہے جو بالشت بھر ریشمیں کپڑے کو بھگو دے۔

۳۔ جناب کی مسلمہ شرافت کے کس خانہ میں جگہ دی جائے۔

۴۔ مگر اس کے باوجود آپ انہیں خرافات کی رٹ لگائے جا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(رضاکار صفحہ ۲ ۔ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۴ء)

یہ تہذیب ہے ملتِ شیعہ کے آزاد اور بےباک ترجمان رضاکار کے مدیرِ اعلیٰ کی جو بات کہنے سے پہلے گالیاں دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ دراصل اس میں ان کا قصور ہے بھی نہیں، ان کے مذہب کی بنیاد ہی گالیوں پر ہے۔ اگرچہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جا سکتا ہے۔ مگر مدیرِ اعلیٰ رضاکار کی خدمت میں مخلصانہ گزارش ہے کہ غصہ اس کو آتا ہے جس کے پاس دلائل نہ ہوں اور جس کے پاس دلائل کے ہتھیار ہوں اسے گالیوں

کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کا یہ طرز تکلم تو اس امر کی غمازی کر رہا ہے کہ آپ اپنے مسلک کی کمزوری و بے بسی کو محسوس کر رہے ہیں۔ ورنہ اگر آپ کے پاس دلائل ہوتے تو آپ متانت و تہذیب کے ساتھ بھی تردید کر سکتے تھے۔

بحث کا آغاز | اس مسئلہ سے ہوا جو شیعوں کی منسوب مذہبی کتاب ذخیرۃ المعاد کے صفحہ ۹۵ پر ہے کہ ابو حنیفہ سے نقل ہوا کہ:-

از ابو حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالفِ حریر جائز است	محارم (ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ شیعہ مذہب میں ریشم لپیٹ کر ماں بہن سے جماع کرنا جائز ہے۔ اس کا صحیح جواب تو یہ تھا کہ مدیر رضا کار یہ ثابت کرتے کہ ان کی مذہبی کتاب ذخیرۃ المعاد میں یہ مسئلہ درج نہیں ہے۔ لیکن انکار کیسے کر سکتے تھے۔ آخر انھوں نے اپنے عوام کے تقاضوں سے تنگ آکر انتہائی لاچاری کے ساتھ جو جواب دیا ہے، وہ یہ ہے:-

رضا کار: "شیعی اصول کے مطابق فقہی مسائل میں علمائے سندی حنفیت صرف مجتہد حی و اعلم کے فتاویٰ کو حاصل ہوتی ہے۔ جو مجتہد اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں ان کے احکام کی قانونی قوت بھی ختم ہو چکی ہے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص کسی مجتہد میت کے اقوال سے استدلال کرنے کی کوشش کرے تو یہ رویہ قطعی طور پر نہ صرف قابلِ پذیرائی ہوگا بلکہ اس کی جہالت کی دلیل بھی قرار دیا جائیگا۔ یہی طریقہ مولوی محمود احمد نے اختیار فرمایا ہے۔ یعنی علامہ شیخ زین العابدین مازندرانی اعلی اللہ مقامہ کی رحلت کو نصف صدی سے بھی زائد عرصہ گزر

چکا ہے اور جناب مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛ جناب علامہ مرحوم کے مجموعۂ فتاویٰ سے اب دلیلیں پیش کرنے کا شوق فرما رہے ہیں۔
سبحان تیری قدرت" (شیعہ اخبار رضاکار ص۳ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۴ء)

ما صفوان: "اب اہل علم عموماً اور سنجیدہ شیعہ حضرات خصوصاً غور فرمائیں کہ مدیر رضاکار کا یہ جواب کہاں تک درست ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مجتہد جب تک زندہ رہے اس کا فتویٰ بھی زندہ رہتا ہے۔ جب مجتہد مرگیا تو اس کا فتویٰ بھی مرگیا۔ اس کے بعد نیا مجتہد آئے گا اور نئی شریعت ہوگی جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیعہ مذہب کو دوام نہیں ہے۔ آج اگر ان کے مجتہد نے کسی چیز کو حرام قرار دیا ہے تو کل دوسرا مجتہد پیدا ہو کر اسی کو حلال کردے گا۔ غور کیجیے جس مذہب کو دوام نہ ہو اور جس کے مذہبی عقاید و اعمال ہر روز بدلتے رہیں، وہ بھی کوئی مذہب ہے! مذہب کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوگیا جس کے نہ اصول ہیں اور نہ قواعد۔ مجتہد مرا تو مذہب بھی مرگیا۔ اگرچہ یہ اصول ایسا ہے جو نہایت لچر اور بودا ہے اور کوئی سلیم العقل اس اصول کو نہیں اپنا سکتا لیکن اگر اس اصول کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اتنی بات پھر بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ جب تک زین العابدین مجتہد شیعہ زندہ رہے اس وقت تک شیعہ مذہب میں محارم یعنی ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز تھا۔ جب تک مجتہد صاحب زندہ رہے شیعہ اس کے جواز کے قائل رہے۔ اب جبکہ وہ اللہ کو پیارے ہوگئے تو ان کا فتویٰ بھی اللہ کو پیارا ہو گیا۔" (سبحان اللہ)

اس کے بعد مدیر رضاکار نے ذخیرۃ المعاد کی پوری عبارت نقل فرمائی ہے۔ ہم ان کے

مشکور ہیں کہ انھوں نے سوال و جواب کی پوری عبارت نقل فرما کر عوام پر ہیے مذہبی اعمال کی اور زیادہ نقاب کشائی فرما دی۔ مدیر رضاکار لکھنے ہیں کہ :-

رضاکار : ذخیرۃ المعاد مؤلفہ علامہ شیخ زین العابدین اعلی اللہ مقامہ مطبوعہ مطبع ریاض الرضا اشرف آباد لکھنؤ ۱۳۱۶ھ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ باب الطہارۃ بیان اغسال واجبہ صفحہ ۷ سطر ۵ سے یہ مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ سائل سوال کر رہا ہے کہ جنسی تقاضہ پورا کرتے وقت اگر کوئی شخص رومال وغیرہ میں طرح لپیٹ لے کہ طرفین کے مخصوص حصے مس نہ ہونے پائیں، یا ظرف اتنا جسیم ہو کہ مظروف اچھوتا رہے یا پھر مظروف خود اتنا باریک ہو کہ ظرف سے مس نہ ہونے پائے۔ ان حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں۔ سرکار علامہ جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

لزوم غسل خالی از قوت نیست	غسل کا واجب ہونا قوت سے
و از ابوحنیفہ نقل شدہ کہ جماع در	خالی نہیں یعنی غسل کرنا چاہیے
فرج محارم بالف حریر جائز است	اور ابوحنیفہ کی کہاوت ہے کہ ریشمی

کپڑا لپیٹ کر محارم کے ساتھ جنسی اختلاط جائز ہے۔

یہ ہے مدیر رضوان کی دیانت اور یہ ہے جمہور کے موجودہ علماء کا کردار۔ اپنا بار دوسروں کے سر۔" (رضاکار ص۲ ۱۶ ار نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان : ہمیں خوشی ہے کہ مدیر رضاکار نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ مسئلہ ذخیرۃ المعاد میں موجود ہے۔ البتہ انھوں نے ترجمہ میں خیانت فرمائی ہے۔ "از ابوحنیفہ نقل شدہ" کا ترجمہ "ابوحنیفہ کی کہاوت" کیا ہے۔ "یہ کہاوت" نہ معلوم کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ اگر شیعہ حضرات میں کوئی اہل علم ہے تو وہ یہ بتائے کہ لفظ نقل شدہ کا ترجمہ کہاوت

کرنا کہاں تک درست ہے؟

"نقل شدہ" کے معنی بالکل صاف ہیں کہ ابوحنیفہ سے یہ بات نقل ہوئی یا پہنچی یا روایت ہوئی ہے۔ کہاوت ترجمہ کرنا معاف کیجئے نہ صرف جہالت ہی ہے، بلکہ زبردست خیانت بھی ہے۔ مدیر رضاکار نے ابوحنیفہ کے لفظ کو جلی حروف میں لکھوایا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ قول ابوحنیفہ کا ہے جو حنفیوں کے امام ہیں۔ شیعوں کے نہیں۔ مگر کیسی عجیب بات ہے کہ کتاب ان کی مجتہد ان کا، مسائل اور مجیب ان کا اور بار بار ہمارے امام پر۔ اسی کو کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری کہ جب جواب نہ بن پڑا تو کہہ دیا کہ یہ لفت حریر کا مسئلہ تو حنفیوں کے امام حنیفہ کا ہے مگر اس کا کیا کیجئے گا کہ یہ مسئلہ حنفیوں کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ اگر موجود ہے تو آپ کی مذہبی کتاب ذخیرۃ المعاد میں ہے۔ اب عوام کو دھوکا دینے کے لیے آپ لاکھ گلیاں بدلیے اور کہتے رہیے کہ یہ ہمارا نہیں ہے مگر حوالہ کی موجودگی میں آپ کا یہ انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔" اس کے بعد مدیر رضاکار نے لکھا ہے:۔

رضاکار: ہاں ممکن ہے کہ کوئی بے سواد یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ ہوسکتا ہے کہ ابوحنیفہ کسی شیعہ عالم کا نام یا کنیت ہو تو ہم اس مغالطہ کی گنجائش کو بھی ختم کیے دیتے ہیں۔ ذخیرۃ المعاد میں جہاں یہ مسئلہ درج ہے وہیں اس سلسلہ میں حجۃ الاسلام علامہ مفتی سید محمد عباس اعلی اللہ مقامہ جیسے اعاظم علماء کے حواشی بھی موجود ہیں جن میں ان تمام اکابر نے بالتصریح یہ اعلان فرمایا ہے کہ شیعوں کی فہرست میں یہ نام ناپید ہے۔" (رضاکار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: لیجئے۔ ابوحنیفہ ان کا اپنا ہے اور الزام دیتے ہیں حنفیوں کے

امام کو۔ اگر یہ بات ہے تو مدیر رضاکار بتائیں کہ حنفیوں کے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے کس کتاب میں اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ حنفیوں کی وہ کونسی کتاب ہے جس میں محارم سے لفِ حریر کے ساتھ جماع کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ میں پاک و ہند کے شیعہ حضرات کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہ یہ بات امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہی کتب سے ثابت کر دیں تو ان کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ نہ صرف یہ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شیعہ مذہب پر تبصرہ کرنا چھوڑ دوں گا۔ نہ صرف یہ بلکہ رضوان میں جلی سرخی سے اس کا اعلان بھی کر دوں گا۔

اگر شیعہ حضرات میں کوئی انصاف پسند، دیانت دار، خدا ترس فرد موجود ہے تو وہ کتب حنفیہ سے یہ بات ثابت کرے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک محارم سے لفِ حریر کے ساتھ جماع جائز ہے۔ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ قیامت قائم ہو جائے گی، مگر شیعہ حضرات یہ مسئلہ حنفی کتب سے ثابت نہیں کر سکیں گے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے کہیں ایسا نہیں لکھا تو پھر ان پر الزام کیوں؟

اس کے بعد مدیر رضاکار تحریر فرماتے ہیں کہ لفِ حریر کا مسئلہ شیعہ کا نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ ان کی پوری تحریر ذیل میں ہم من و عن نقل کر رہے ہیں۔ اہل علم شیعہ حضرات اس کو بھی اور ہمارے جواب کو بھی بغور مطالعہ فرمائیں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ نزاع اسی مسئلہ میں ہے کہ لف حریر کے ساتھ محارم سے جماع جائز ہے۔ محارم سے مراد اسی ذخیرۃ المعاد کے حاشیہ پر لکھا ہے: حاشیہ صفحہ ۹۶ "محارم یعنی مادر و خواہر و عمہ"۔ محارم سے مراد ماں بہن اور پھوپھی ہے

لفظ "محارم" اور "جائز" ہے۔ یہ دو لفظ آپ ذہن میں رکھیں اور پھر مدیر رضاکار کا جواب پڑھیں جو یہ ہے :-

<u>رضاکار</u>: چنانچہ سید العلماء سید محمد ابراہیم تحریر فرماتے ہیں :-

ترجمہ: ہمارے ہاں کپڑا لپیٹ کر یا بغیر لپیٹے نامحرموں کے قریب جانا حرام ہے۔ نیز شیعوں میں ابو حنیفہ نامی کوئی عالم نہیں اور مسئلہ "لف حریہ" اہل سنت کی معتبر کتاب جامع الرموز میں موجود ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کپڑا وغیرہ لپیٹ لیا جائے تو غسل واجب نہیں ہوتا جیسا کہ جلالی میں مذکور ہے اور اسی کی کتاب الصوم میں درج ہے کہ اگر کوئی ایسا کپڑا لپیٹ لیا جائے جو مانع حرارت ہو تو اس پر کفارہ نہیں جیسا کہ منیہ میں مرقوم ہے نیز بحر الرائق شرح کنز الدقائق کی کتاب النکاح میں تحریر ہے کہ اگر کپڑا لپیٹ کر اس کے ساتھ اختلاط کیا جائے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ خلاصہ میں درج ہے۔ (حاشیہ ذخیرۃ المعاد ص۵۶) حیا ہو تو شاید مدیر رضوان کے ڈوبنے کے لیے اتنا ہی پانی کافی ہے جو بالشت بھر ریشمیں کپڑے کو بھگو دے (رضاکار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

<u>رضوان</u>: قطع نظر اس کے کہ یہ عبارت ذخیرۃ المعاد کے متن کی نہیں بلکہ حاشیہ کی ہے جو بعد میں بڑھائی گئی ہے۔ اس حاشیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جامع الرموز ملیہ اور کنز الدقائق کی شرح میں لکھا ہے کہ "اگر کپڑا لپیٹ کر اختلاط کیا جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی اگر کپڑا وغیرہ لپیٹ لیا جائے تو غسل واجب نہیں ہوتا"

اب ہم تو اس کے جواب میں یہ نہیں لکھ سکتا کہ اگر حیا ہو تو مدیر رضاکار کے ڈوبنے کے لیے وہی پانی کافی ہے جو بالشت بھر ریشمی کپڑے کو بھگو دے۔ مگر

منصف مزاج شیعہ حضرات کی خدمت میں نہایت اخلاص سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو عبارتیں کتب اہل سنت کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ان سے بہ کمال ثابت ہوتا ہے کہ "لف حریر کے ساتھ محارم سے جماع جائز ہے"!

ان عبارتوں میں نہ محارم کا لفظ ہے نہ جواز کا بلکہ ایک فرضی صورت قائم کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی نے کپڑا لپیٹ کر جماع کر لیا اور طرفین نے حرارت محسوس نہ کی اور انزال بھی نہ ہوا تو غسل واجب نہ ہوگا یا کفارہ یا حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف تو اشارہ بھی موجود نہیں کہ ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے اور نہ یہاں جواز اور محارم کا لفظ ہی ہے۔ پھر حنفی کتب کے حوالے دینے کا کیا!

ضرب دوم

اظہارِ حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی حالت انتہائی افسوسناک ہے اور اس فرقے کے افراد کی عمر یں اصحاب نبی اور امہات المومنین ازواج النبی سے بغض و عداوت اور ان کی شان میں منظم سب و شتم اور مسلسل بدگوئی میں گزر رہی ہیں۔ یہ لوگ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں حضرات خلفاء ثلاثہ کو کافر، خائن، منافق اور بے ایمان کہتے ہیں اور مزید لطف یہ ہے کہ اپنے مذہب کی پاکدامنی اپنے کیریکٹر کی برتری اور اپنے اخلاق و صلح جوئی کی نفیری بھی بجاتے رہتے ہیں۔ نعوذ باللہ ان میں جب ان کی مذہبی کتب کے چند اقتباسات شائع ہوئے تو دنیائے شیعیت میں زلزلہ آ گیا۔ جواب تو کسی سے نہ بن پڑا۔ البتہ گالیوں اور سوقیانہ حملوں سے مدد لی گئی۔ اور طعن و تشنیع کا طومار باندھ دیا گیا۔ مگر چونکہ ہمارا مقصد امر واقعہ

کو قارئین کے سامنے رکھنا ہے۔ اس لیے ہم ان کی سوقیانہ گفتگو کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل مسئلہ پر بحث کرتے ہیں۔

اصل بحث گفتگو اس امر میں ہو رہی تھی کہ شیعہ مذہب کی مشہور مذہبی کتاب ذخیرۃ المعاد میں ہے :-

از ابو حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالفت حریر جائز است۔	ابو حنیفہ سے نقل ہوا کہ ریشم لپیٹ کر ماں بہن سے جماع کرنا جائز ہے

(ذخیرۃ المعاد ص)

یہ حوالہ بالکل صاف ہے اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔ اس حوالے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیعہ مذہب میں ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔ اب شیعہ حضرات کو چاہیے تھا کہ حوالہ غلط ثابت کرتے یا ہمارے الزام کا کوئی معقول جواب دیتے مگر جواب کیا دیتے۔ یہ حوالہ ہی لاجواب تھا اور بجز تسلیم کے چارہ ہی نہ تھا۔

ہزار روپیہ اس سلسلہ میں ہم نے یہ بھی اعلان کیا تھا کہ حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ شیعہ پریس نے ہمارے انعام کا مذاق تو اڑایا ہے مگر انعام لینے کی آج تک کسی کو ہمت نہیں ہوئی ہے جو اس امر پر دلیل ظاہر ہے کہ حوالہ صحیح ہے اور شیعوں کی مذہبی کتاب ذخیرۃ المعاد میں یہ مسئلہ موجود ہے چنانچہ جب شیعہ اخبار رضاکار کے مدیر اعلیٰ نے یہ دیکھا کہ بات بگڑی جا رہی ہے۔ حوالہ کا انکار کسی صورت ہو نہیں سکتا۔ تو اب انہوں نے رکیک تاویلات کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی۔ ہمارے ہر حوالہ کو تسلیم کیا۔ البتہ تاویلات کا دامن تھام کر اپنی جان چھڑانی چاہی ہے۔

پہلی تاویل

مدیر رضاکار نے پہلی تاویل یہ کی کہ یہ تو ہمارے مرے مجتہد کا فتویٰ تھا۔ وہ مر گئے تو ان کا فتویٰ بھی مر گیا۔ ان کو مرے ہوئے نصف صدی سے بھی زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ (رضاکار ص۲ ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: اوّل تو یہ اصول ہی مضحکہ خیز ہے کہ مجتہد مرے تو اس کا فتویٰ بھی مر جائے۔ یہ تاویل انتہائی لچر اور بودی ہے۔ پھر اگر اس تاویل کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو اتنی بات پھر بھی ثابت رہتی ہے کہ جب تک مجتہد زین العابدین زندہ رہے تو ان کی زندگی میں شیعہ حضرات اس پر عمل کرتے رہے۔ یا کم از کم اس فعل کے جواز کے ہی قائل رہے تو اب مدیر رضاکار نے دوسری کل بدلی۔ آپ نے فرمایا:۔

دوسری تاویل

یہ مسئلہ ذخیرۃ المعاد میں موجود تو ہے مگر یہ ابو حنیفہ کی کہاوت ہے کہ ریشم لپیٹ کر محارم سے جنسی اختلاط جائز ہے (رضاکار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: مدیر رضاکار نے نقل شدہ کا ترجمہ کہاوت کیا ہے جو ان کی جہالت پر مبنی ہو سکتا ہے یا خیانت پر۔ مگر ہمیں اُمید ہے کہ موصوف اتنے جاہل تو نہ ہوں گے دراصل اُنھوں نے یہ تحریف معنوی صرف اس لیے فرمائی ہے: تاکہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ مجتہد زین العابدین یہ جملے بطور طنز لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ طنز کا موقع ہی نہیں اور نہ اس عبارت کا کوئی لفظ طنز پہ دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ جواب میں کسی کا قول نقل کرنا اور اس کی تردید نہ کرنا اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جس کا قول مجتہد نے نقل کیا ہے وہ ان کا بہت ہی بڑا مجتہد اور امام ہے اور نہ اس کے قول کو نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مدیر رضاکار نے جب اپنی اس تاویل کی قوت کا اندازہ بھی کر لیا تو آگے چل کر اُنھوں نے تیسری

گئی بدلی اور یہ لکھ دیا۔

تیسری تاویل علامہ مفتی محمد عباس اور سید محمد ابراہیم نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ شیعہ مذہب میں یہ فعل حرام ہے اور سنیوں میں ابو حنیفہ نامی ناپید ہے۔
(۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء ۔ رضاکار)

رضوان: سبحان اللہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جب جواب نہ بنا تو اپنے مذہب کی غلاظت حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے سر تھوپ دی۔ اور ان پر اتہام باندھنے کی ناپاک سعی کی۔ حالانکہ ذخیرۃ المعاد کے متن میں مجتہد زین العابدین نے یہ بات کہیں نہیں لکھی کہ جس ابو حنیفہ کا میں حوالہ دے رہا ہوں وہ حنفیوں کے امام ہیں یا یہ مسئلہ غلط ہے۔ یہ تو اعتراض پڑنے پر آپ لوگوں نے تاویلیں کی ہیں، جو جواب نہیں بن سکتیں۔ یہ رکیک تاویلات تو الٹا آپ حضرات کو مجرم ٹھہراتی ہیں اور اگر آپ حضرات اپنے اس الزام میں سچے ہیں کہ یہ ابو حنیفہ حنفیوں کے امام ہیں تو میں پوری دنیائے شیعیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ حنفیوں کی کسی کتاب میں یہ مسئلہ دکھا دیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔

رضوان کا چیلنج ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ قیامت قائم ہو جائے گی مگر آپ لوگ کسی بھی حنفی کتاب سے اس ذلیل فعل کو جائز نہیں ثابت کر سکتے اور اگر جائز ثابت کر دیں تو ہم دس ہزار روپیہ انعام دینے کے لیے تیار ہیں چنانچہ اپنی تیسری رکیک تاویل کی کمزوری کو بھی خود ہی مدیر رضاکار نے محسوس کر لیا تو اخبار رضاکار نے اپنی ۲۴ دسمبر کی اشاعت میں اس مسئلہ کو دہراتے ہوئے یہ لکھ دیا۔

شیخ زین العابدین مصنف کتاب ذخیرۃ المعاد جن کی رحلت کو نصف صدی

چوتھی تاویل سے بھی زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ اپنے دور کے مجتہد اعظم نہیں تھے۔

شیخ مرحوم کے زمانہ میں مرجعیت سرکار مرزا کو حاصل تھی۔ مرحوم اگر زندہ بھی ہوتے تو جب بھی اعلم نہ ہونے کے باعث ان کے فتاویٰ قوت سے محروم ہوتے۔" (رضاکار جلد ۴۸ ۲۴ نومبر ۱۹۵۸ء)

دیکھا آپ نے ۱۶ نومبر کے شمارہ میں مدیر رضاکار نے لکھا کہ وہ تو ہمارے مرحوم

ساضوان: ہوئے مجتہد تھے۔ وہ مرگئے تو ان کا فتویٰ بھی مرگیا۔ گویا ۱۶ نومبر تک زین العابدین مجتہد اعلم تھے۔ البتہ مرنے کی وجہ سے ان کا فتویٰ مرگیا تھا۔ پھر ۱۶ نومبر تک یہ خبری بھی پہنچ رہی تھی کہ شیعوں میں ابوحنیفہ نامی ناپید ہے۔ مگر ۲۴ نومبر صرف ایک ہفتہ کے بعد ہی مدیر رضاکار نے یہ لکھ دیا کہ زین العابدین مجتہد اعلم ہی نہ تھے اور ان کی زندگی میں بھی ان کے فتوؤں کو کوئی نہیں مانتا تھا۔ (سبحان اللہ) اب منصف اور اہل فہم و بصیرت شیعہ حضرات غور فرمائیں۔ یہ بھانت بھانت کی تاویلیں جواب کہلانے کی حقدار ہیں؟ اور اس طرح آپ لوگ آخر اپنی کون کون سی مذہبی کتب کا انکار کریں گے اور اس کا سلسلہ کہاں جاکر ختم ہوگا۔

ثانیاً۔ اگر جواب یہی تھا تو پھر اتنے لمبے چوڑے مقالوں اور رضوان کے مقالات احتجاجی جلسوں طوفانی دوروں اور رکیک تاویلوں سے مدد لینے کی کیا ضرورت تھی۔ سیدھی طرح کیوں نہیں کہہ دیا کہ مجتہد زین العابدین کا فتویٰ کوئی نہیں مانتا تھا۔

ثالثاً: اگر یہ مجتہد ایسے ہی غیر ذمہ دار اور غیر اعلم تھے تو ان کے مجموعہ فتاویٰ کو اس اہتمام سے شائع کرنے کی کیا مصیبت پڑی تھی۔ اس کے علاوہ زین العابدین کے فتاویٰ پر شیعہ مذہب کے بڑے بڑے مجتہدوں کی تقریظیں اور تائیدیں بھی ہیں۔ ان مجتہدوں کے متعلق کیا کہیئے گا۔ کیا یہ بھی مجتہد اعلم نہ تھے۔ سارے کے سارے للو پنجو قسم کے تھے۔ حقیقت یہ ہے

کہ یہ تاویل فکر کہ مدیر رضا کار نے دُہری منصبیت اپنے سر لی ہے۔ کیونکہ ذخیرۃ المعاد کے فتاوی کی ذمہ داری مصنفِ کتاب شیخ زین العابدین پر ہی نہیں آتی ہے بلکہ ان مجتہدوں پر بھی آتی ہے جنہوں نے اس مجموعہ فتاوی کی تائید کی ہے۔ اس کے بعد مدیر رضا کار نے لکھا ہے کہ :-

<u>رضا کار</u>: مگر مدیر رضوان جیسے بوالہوس سے کہاں یہ امید وابستہ کی جا سکتی ہے کہ وہ آبروئے شیوۂ اہلِ نظر کا اہتمام کریں۔ موصوف کی کیفیت تو یہ ہے نہ کذب و افترا سے عار، نہ تحریف و انتساب سے پرہیز۔ یہ حال ہے تو وہ ایمان (رضا کار ۲۴ نومبر ص ۵) اللہ اکبر! یہ تہذیب ہے ان لوگوں کی جو محبت اہل بیت کا دعوی کرتے ہیں

<u>رضوان</u>: راقم کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں اور پھر بوالہوس بھی بتاتے ہیں۔ مدیر رضا کار کی خدمت میں گزارش ہے یہ سخت کلامی جواب نہیں بن سکتی۔ یہ سوقیانہ باتیں تو آپ کی ہار کی دلیل ہیں۔ مجھے آپ سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ مگر میں نے شیعہ کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شیعہ مذہب حق پر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایک اصولی بات یہ کہنی ہے کہ ہم لوگ حنفی بریلوی ہیں۔ اس لیے آپ ہمارے مقابلہ میں صرف حنفی کتب کا حوالہ دیجئے۔ شافعی، مالکی، حنبلی ان کے اعمال و اقوال بھی ہمارے لیے حجت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ وہابی دیوبندی غیر مقلد اہلحدیث اور جماعتِ اسلامی سے بھی ہمارا اختلاف ہے۔ اسی طرح سلیمان ندوی اور دوسرے مورخ اور ادیب ہمارے مقابلہ میں ان افراد کی تحریرات قطعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ آپ لوگ ہمارے مقابل کبھی دیوبندی

علما کی اور کبھی اہلحدیث علما کی تحریرات پیش کر دیتے ہیں ۔ جو آپ کی اصولی غلطی ہے اس لیے یہ امور ذہن میں رکھیے اور پھر متانت و تہذیب سے بحث کیجیے ۔ اس طرح انتشار فساد کا امکان بھی نہیں ہے ۔ ہماری آپ کی علمی بحث رہے گی ۔ اگر آپ میں ہمت و صداقت ہے تو ان مذکورہ بالا اصولوں کے مطابق بحث کیجیے ۔ نتیجہ عوام خود نکالیں گے ۔ بہرحال اس موقع پر آپ کی مزید تسلی کے لیے ایک حوالہ اور پیش کرتا ہوں ۔ آپ تو مسئلہ لفظ حریر پر ہی ناراض ہو گئے حالانکہ آپ کے مذہب میں نکاح کے لیے نہ ایجاب و قبول شرط ہے اور نہ صیغہ ۔ اگر تنہائی میں بہ نیت زنا بھی عورت و مرد راضی ہو جائیں تو آپ کے مذہب میں وہ بھی زنا نہیں ہے بلکہ نکاح بھی ہے ۔

زنا بھی نکاح ہے

شیعوں کی مشہور مذہبی کتاب فروع کافی کے کتاب النکاح میں ہے :

عن عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امراءۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطہرنی فامر بها ان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجھدنی

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ عمر کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا مجھ سے زنا سرزد ہوا اس گناہ سے مجھے پاک کر دو ۔ عمر نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا ۔ امیر المومنین علی کو اس قصہ کی خبر ہوئی تو آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ کس طرح زنا میں مبتلا ہوئی ۔ اس نے کہا میں ایک گاؤں سے گزری ، مجھے

العطش وخفت علی نفسی سقانی فاسکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین ھذا تزویج و رب الکعبۃ۔
فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۴۶

مجھے سخت پیاس لگی۔ میں نے ایک گاؤں والے سے پانی مانگا۔ اس نے کہا جب تک تو مجھ سے راضی نہ ہو جائے اس وقت تک پانی نہ دوں گا۔ جب مجھے اپنی جان کا خوف ہوا تو میں اس کی مرضی پہ راضی ہو گئی اور اس نے مجھے پانی پلا دیا۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے۔

• اس روایت کو بغور پڑھیے۔ یہ مسئلہ تو متعہ سے بھی بڑھ گیا۔ بقول مدیر رضا کار متعہ میں تو چند قیود ہیں۔ مگر اس میں تو نہ ایجاب ہے نہ قبول اور نہ صیغہ نہ مہر۔ بلکہ زنا کیلئے عورت و مرد متفق ہو گئے ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں اور رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں یہ تو نکاح ہے۔ اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ یہاں عورت جان کے خطرہ کی بنا پر راضی ہوئی ہے اور اس کی بیکسی سے مرد نے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ مگر اس زنا کو نکاح کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس روایت سے جو کسی مجتہد مردہ کا فتویٰ نہیں ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت مجبوراً زنا کرائے تو شیعہ مذہب میں وہ بھی نکاح ہے

اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی بدمعاش کسی عورت کی بے کسی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کی عصمت دری کرتا ہے تو وہ عورت تو مجبور قرار دی جائے گی مگر اس زنا کو کوئی سلیم العقل نکاح نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ زنا بحالت مجبوری ہی کہے گا

اب ذرا مدیران رضا کار واسد بتائیں کہ اگر تنہائی میں عورت و مرد زنا پر متفق ہو جائیں۔ اگرچہ عورت کی جان کے خطرہ کی بنا پر ہو اس کو نکاح کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔

مگر آپ حضرات کو اس سے کیا غرض آپ کا تو مذہب یہ ہے۔ ؎

منظور ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو | مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

غور فرمایا آپ نے، ایک تو آپ کے مذہب مبارک میں نکاح کی یہ صورت تھی اور اللہ رکھے متعہ، تو وہ تو ہزاروں بلکہ کروڑوں سے جائز ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ بیوی کی بھتیجی اور بھانجی سے بھی جائز ہے بلکہ یہودی اور نصرانی عورت سے بھی جائز ہے (دیکھو تحفۃ العوام)۔ لیکن اس وقت مجھے آپ کی خدمت میں ایک ایسا حوالہ دینا ہے جو جناب نے کبھی نہ سنا ہوگا کیونکہ جناب کا مطالعہ بہت محدود ہے۔ لیجئے سنئے اور سر دھنیئے:۔

فرج جاریہ کا عاریت دینا جائز ہے

شیعہ مذہب میں شرمگاہ کا عاریت دینا بھی جائز ہے۔ یعنی کسی کی لونڈی سے بغیر متعہ اور نکاح کے بھی جماع جائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ استبصار میں لکھا ہے کہ عاریت دینا اور وقف کرنا فرج جاریہ کا جائز ہے۔ جیسے ایک شخص اپنے کوٹ کو، اپنی سائیکل یا موٹر کو عارتیاً استعمال کے لیے دے دیتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح شیعہ مذہب میں اپنی لونڈی کی شرمگاہ کو کسی دوسرے شخص کو استعمال کے لیے دے دینا جائز ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے۔ چنانچہ کتاب ضیاء العابدین

جس پر شیعوں کے دو بڑے مجتہد العصر والزمان سید بندہ حسین اور سید محمد تقی حسین بن علی کی تقریظ اور تائید ثبت ہے۔ اس میں ایک روایت کے لفظ یہ ہیں:۔

"اگر کوئی اپنی لونڈی سے آپ مباشرت نہ کرے اور رب اور پہ حلال کر دے تو یہ صیغہ پڑھے احللتُ لك وطی اعتی ھذہٖ (میں اپنی لونڈی سے جماع تیرے لیے حلال کرتا ہوں) اور جس پر حلال کرے وہ اس کے جواب

ہیں فقط یہ کہے ۔ قبلت (میں نے قبول کیا) تو اس پر حلال ہو جاتی ہے ،
بے نکاح اور متعہ کے اور جب منع کر دے تو حلت موقوف ہو جاتی ہے ۔

(ضیاء العابدین صفحہ ۱۹۲، ۲۹۲)

خدا کشیدہ چلئے قابل غور ہیں یہ ٹھیک عاریت کی مثال ہے ۔ جس طرح ہم لوگ اپنی سائیکل ذرا دیر کے لیے اپنے دوست کو استعمال کے لیے دے دیتے ہیں بعینہ شیعہ مذہب میں لونڈی کی شرمگاہ کو کسی دوسرے شخص کے استعمال کے لیے دے دینا جائز ہے ۔ نہ صرف یہ بلکہ جس کو لونڈی کی شرمگاہ بطور عاریت دی گئی ہے اس کو اس کا استعمال بھی جائز ہے اور اس وقت تک جائز رہتا ہے ۔ جب تک مالک منع نہ کر دے ۔ یہ عاریت کی شکل ہے جو متعہ اور نکاح کے علاوہ تیسری صورت ہے ۔ مدیر رضا کار اور کہاں تک تاویل کریں گے اور اپنی کس کس روایت کا انکار کیا ۔ اس روایت کی کبھی کوئی تاویل ہو سکتی ہے کہ لونڈی کی شرمگاہ کو جب بطور عاریت دیا جائے تو اس سے جماع کرنا بغیر نکاح اور متعہ کے جائز ہو جاتا ہے ۔ ہمارے نزدیک تو نکاح اور ملک یمین کے علاوہ جتنی بھی شکلیں ہیں وہ سب زنا ہی ہیں ۔ مگر جناب کے مذہب میں نکاح اور متعہ کے علاوہ بھی زنا حلال ہے اور عاریت فرج جاریہ الف حریری کی ایک قسم ہے ۔ ذرا اس پر بھی تاویلات کی روشنی ڈال دیجئے اور بتایئے کہ لونڈی متعہ اور نہ نکاح کے بغیر کیسے حلال ہو گئی ؟ اور نکاح و متعہ کے علاوہ یہ تیسری کونسی شکل ہے اور اس کا کیا نام ہے جو حلال ہے ؟

ضرب سوم

شیعہ پریس کا آخری مطالبہ | جب ہر طرح سے شیعہ پریس لاجواب ہو گیا اور اپنی

رکیک تاویلات کی کمزوری کو خود شیعہ پریس نے محسوس کر لیا تو اب ذبحی مُرغے کی ایک ٹانگ!
تمام شیعہ جرائد نے مختلف رنگوں میں یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ شیعوں میں چونکہ ابو حنیفہ نامی ناپید
ہے اس لیے ذخیرۃ المعاد میں جو ابو حنیفہ کے قول کو نقل کیا گیا ہے وہ شیعوں کا نہیں بلکہ حنفیوں
کے امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔ چنانچہ مشہور شیعہ اخبار رضاکار نے لکھا :-

- تمام اکابر نے بالصریح یہ اعلان فرمایا ہے کہ شیعوں کی فہرست میں یہ نام (ابو حنیفہ)
ناپید ہے۔ (رضاکار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)
- شیعہ اخبار لاہور کے رئیس التحریر نے اعلان کیا کہ دنیا جانتی ہے کہ شیعوں میں ابو حنیفہ
ابن کثیر ثعلبی اور زاہد القادری قسم کے نام ہوتے ہی نہیں۔ لیکن مدیر رضوان کی ہٹ نہ مانوں کا
ہمارے پاس کیا علاج ہے۔ (شیعہ اخبار اسد لاہور ص ۲ کالم اول سطر ۱۴، ۱۴ دسمبر ۱۹۵۴ء)

رضوان : قارئین کرام شیعہ پریس نے اب تک حوالہ کے متعلق جو تاویلات کیں وہ بھی
آپ کے سامنے ہیں۔ اب آخری مطالبہ ان کا یہ ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ شیعوں میں
ابو حنیفہ نامی مجتہد ہوا ہے تو لیجئے ہم ان کا یہ آخری مطالبہ بھی پورا کیے دیتے ہیں
اور تاریخ و لغت کی معتبر کتب سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ شیعوں میں جو ابو حنیفہ
عالم گزرا ہے وہ صرف مجتہد ہی نہ تھا بلکہ اس کی حیثیت شیعوں میں ایک ڈکٹیٹر مطلق
کی تھی۔

شیعی ابو حنیفہ

حوالہ دینے سے قبل ہم اس امر کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ
ایک نام کے دو آدمی ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابو حنیفہ نامی
متعدد اشخاص ہوئے ہیں اور ان میں فرق و امتیاز ولدیت اور کنیت وغیرہ سے ہوتا ہے۔
اہلسنت و جماعت کے امام کا نام نعمان، کنیت ابو حنیفہ اور ولدیت ثابت ہے۔ مگر شیعوں
میں جو ابو حنیفہ نامی عالم گزرا ہے اس کا نام تو یہی ہے۔ مگر ولدیت ثابت کی بجائے ابو عبد اللہ منصور ہے۔

ابنِ خلکان کا حوالہ

۱- چنانچہ تاریخ کی مشہور اور معتبر کتاب "ابن خلکان" میں لکھا ہے :-

ابوحنیفہ النعمان بن ابوعبداللہ منصور کان مالکیا ثم انتقل الی مذھب الامامیۃ وصنف کتباً (تاریخ ابن خلکان)

ابوحنیفہ نعمان بیٹا عبداللہ منصور کا پہلے مالکی مذہب رکھتا تھا۔ پھر اس نے مذہب امامیہ (شیعہ) کو قبول کیا اور اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

جامع اللغات کا حوالہ

۲- ابوحنیفہ نعمان بن ابی عبداللہ محمد، شیعہ فقیہ اور مفسر بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ کتاب المناقب والمثالب، کتاب الرد علی ابی حنیفہ، علی مالک، علی شافعی، علی ابن شریح وغیرہ مشہور ہیں۔ (جامع اللغات زیر لفظ ابوحنیفہ)

لغت نامہ دہخدا کا حوالہ

۳- ابوحنیفہ نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن احمد بن حیون یکی از ائمہ فضل و علماء قرأت قرآن و معانی آں و وجوہ فقہ و اختلاف فقہاء و لغت و شعر و معرفت بتاریخ و ایام ناس و او را در حق اہلِ بیتِ طہارت ہزاراں ورق تالیف است و نیز در مناقب و مثالب او را کتابے نیکو است و در رد بر مخالفینِ خود و رد بر ابی حنیفہ۔

ابوحنیفہ نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن حیون جو کہ قرأۃ قرآن اور معانی قرآن اور فقہ، اختلاف فقہا اور لغت اور شعر اور تاریخ اور واقعات کے سمجھنے میں بہت بڑا فاضل تھا اور اس نے اہل بیت اطہار کی شان میں ہزاروں ورق تالیف کیے۔ نیز اس نے مناقب و مثالب میں بہتر کتاب لکھی ہے اور اپنے مخالفین کا رد کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں اس نے (امام) شافعی و امام

در ردِ مالک و شافعی و ابن سریج و نیز
کتابے در اختلاف فقہاء و کتاب
اصول المذاہب و کتاب ابتداء الدعوة
للعبیدین و کتاب الاختیار فی الفقہ
کتاب اقتصار فی الفقہ و قصیدۂ فقہیہ
ملقب بالتحبیر دارد و در اول مذہب
مالکی داشت لیکن طریقت اسماعیلیہ
گرفت و ملازم صحبت المعز ابی تمیم
معد بن المنصور گردید و آنگاہ کہ معد
بدیار مصر شد با او بود و در مستہل
رجب ۳۶۳ یا در جمعہ سلخ جمادی الآخر
آں سال بمصر در گذشت و معز براو
نماز گذاشت و او در میان اسماعیلیہ
سمت داعی داشت و پدر او
ابو عبداللہ محمد عمرے طویل یافت
وے اخبار نفیسہ بسیارے از حفظ
داشت و در سال ۳۵۱ بصد و چہار
سالگی بقیروان وفات کرد و ابو حنیفہ
را فرزندان شریف و صالح بودہ است

مالک اور ابن شریح کا بھی رد کیا ہے نیز
اس نے اختلاف فقہاء، اصول
المذاہب ——— ابتداء
الدعوة للعبیدین، الاختیار فی
الفقہ، اقتصار فی الفقہ، قصیدۂ فقہیہ
ملقب بالتحبیر کے عنوانات سے کتابیں
تصنیف کیں اور یہ (ابو حنیفہ) پہلے
مالکی مذہب رکھتا تھا۔ بعد ازاں طریقہ
اسماعیلیہ اختیار کیا اور المعز ابی تمیم معد
بن المنصور کا ملازم ہوا اور جبکہ معد مصر میں
گیا یہ اس کے ساتھ تھا اور وہاں رجب
۳۶۳ھ یا اسی سال کے ماہ جمادی الآخر
کے آخری جمعہ کو مصر میں فوت ہوا اور
معز نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔
فرقہ اسماعیلیہ میں (یہ ابو حنیفہ) ایک
لیڈر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور اس کا
باپ ابو عبداللہ محمد نامی نے طویل عمر
پائی اور وہ اخبار نفیسہ کا حافظ تھا۔
اور وہ ۳۵۱ھ میں ایک سو چار سال

از انجملہ ابوالحسن علی بن نعمان کہ معز
خلیفہ فاطمی اورا با ابی طاہر محمد ذہلی
باتفاق قاضی مصر کرد و نیز ابوحنیفہ
را کتابے میان فقہائے شیعہ ہم
اکنوں موجود است بنام دعائم الاسلام
مجلسی در بحار جلد اول معتقد است
کہ ابوحنیفہ شیعی اثنا عشری است
ولیکن بتقیہ خود را بصفت امامی می نماید
رجوع باین خلکان تاریخ یافعی
و خطط مصر ابن زولاق شود۔
(لغت نامہ دہ خدا)

کی عمر میں بمقام قیروان مرگیا۔ ابوحنیفہ
مذکور نیک اولاد رکھتا تھا۔ ان میں سے
ابوالحسن علی بن نعمان تھا کہ جس کو
معز فاطمی خلیفہ نے ابوطاہر محمد ذہلی
کے ساتھ مصر کا قاضی مقرر کیا۔ نیز
ابوحنیفہ (مذکور) نے ایک بہت بڑی
کتاب بنام دعائم الاسلام جو شیعی
فقہا کے درمیان مشہور ہے تصنیف
کی اور ملا مجلسی نے اپنی کتاب
بحار جلد اول میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ
(مذکور) کٹر شیعہ اثنا عشری تھے
لیکن تقیہ کے طور پر بصفت امامی کہلاتا تھا۔ مزید تشریح و تفصیل کے لیے ابن
خلقان تاریخ یافعی و خطط مصر ابن زولاق کی طرف رجوع کیجئے۔

قارئین کرام یہ تینوں حوالے معتبر کتب لغت و تاریخ کے ہیں۔ جامع اللغات اور لغت نامہ
دہ خدا یہ دونوں کتابیں پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہیں۔ ابن خلقان بھی
تاریخ کی معتبر کتاب ہے۔ ان چاروں لغت و تاریخ کی معتبر کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا
کہ شیعوں میں ابوحنیفہ نامی بہت بڑا محدث، مفسر اور مجتہد اعظم ہوا ہے۔ حتیٰ کہ ملا مجلسی
نے بحار جلد اول میں یہاں تک لکھ دیا۔ یہ ابوحنیفہ کٹر اثنا عشری تھا۔ نیز لغت نامہ
دہ خدا سے یہ بھی معلوم ہوا یہ ابوحنیفہ اتنا بڑا فقیہ تھا کہ اس کی کتابیں فقہا شیعہ میں بہت

ایک ڈکٹیٹر کا سا تھا اور اس ابو حنیفہ شیعی کے باپ مشہور تھیں۔ اور اس کا درجہ شیعوں میں ایک ڈکٹیٹر کا سا تھا اور اس ابو حنیفہ شیعی کے باپ
کا نام ابو عبداللہ منصور تھا۔ بس یہی ابو حنیفہ ہے جو شیعوں کے مجتہد اعظم علامہ زین العابدین
مصنف کتاب ذخیرۃ المعاد کا قبلہ و کعبہ ہے اور اسی قبلہ و کعبہ کے قول کو مجتہد زین العابدین
نے نقل کر کے یہ فتویٰ دیا ہے:-

از ابو حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است۔

ابو حنیفہ (شیعی) سے نقل ہوا ہے کہ ریشم لپیٹ کر ماں بہن سے جماع کرنا جائز ہے۔

اب ہم بدیر تماکار سے پوچھتے ہیں کیا ان تاریخی دستاویزات کے بعد بھی آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیعوں میں ابو حنیفہ ناپید ہے۔ مگر یاں ہم شیعہ پریس کی ڈھٹائی کا یقین قائل دا ہے کہ حوالہ صحیح ہے۔ سائل مذہب بھی شیعہ ہے۔ ذخیرۃ المعاد بھی شیعوں کی مذہبی کتاب ہے۔ اور جس ابو حنیفہ کے قول کو نقل کیا جا رہا ہے وہ ابو حنیفہ بھی شیعوں کا مجتہد اعظم ہے۔ مگر اس کے باوجود تمام شیعہ پریس یہ شور مچا رہا ہے کہ حوالہ غلط ہے۔ مدیر رضوان نے لفظ ابو حنیفہ نہیں لکھا تھا۔ رضوان چاروں شانے چت گر گیا۔ بھئی کیسے؟ اس لیے کہ شیعوں میں ابو حنیفہ نامی نایاب ہے۔ ع

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

بہر حال شیعہ پریس کا یہ آخری مطالبہ بھی پورا ہو گیا۔ اور اب تو حوالہ اور ابو حنیفہ دونوں چیزیں شیعوں کے گھر ہی کی ثابت ہو گئیں۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مجتہد زین العابدین مصنف کتاب ذخیرۃ المعاد نے از ابو حنیفہ نقل شدہ میں حنفیوں کے امام اعظم ابو حنیفہ کو مراد لیا ہے۔ ایک بے مثال ڈھٹائی کے سوا اور کیا ہے۔ الغرض یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس حوالہ میں ابو حنیفہ شیعوں کا اپنا مجتہد ہی مراد ہے اور اسی کے قول کو بطور سند نقل کر کے مجتہد زین العابدین نے فتویٰ دیا ہے کہ ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے!

اب چاہے شیعہ حضرات ناراض ہوں، گالیاں دیں، تبرا بکیں، رکیک تاویلات کریں حرام و ناجائز ہونے کے اپنی دوسری کتابوں سے حوالے دیں۔ مگر اس حوالہ سے جو ہم نے پیش کیا ہے ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ توبہ کر کے اپنی آخرت سنوار لیں۔
ثانیاً۔ ہمیں تو صرف یہ بات ثابت کرنی تھی کہ ذخیرۃ المعاد میں یہ مسئلہ موجود ہے جو ہم نے ثابت کر دی۔ اور اسی حوالے کے بموجب ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ شیعہ مذہب میں ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے کیونکہ حوالہ اور یہ مسئلہ ابو جعفر اور مجتہد زین العابدین یہ سب کے سب شیعہ ہی ہیں۔ اب شیعہ چاہیں اور مجتہد زین العابدین۔ ہم نے جو کچھ لکھا بحمد تعالیٰ اس کو ثابت کر دیا۔ وباللہ التوفیق۔

ضرب چہارم

متعہ کی بحث

ذخیرۃ المعاد میں لکھا ہے کہ کنجری سے بھی متعہ جائز ہے اور متعہ کا طریقہ یہ ہے کہ کسی عورت کو پکڑ لیجیے اور اس سے کہیے میں پانچ روپے کے عوض تجھے ایک رات یا اتنے عرصہ کے لیے چاہتا ہوں۔ جب عورت مان جائے تو متعہ درست ہو گیا۔ اب سب کچھ جائز ہے۔ بتائیے اس میں اور کنجری کے کوٹھے پر جانے میں کیا فرق ہے؟
اس کے جواب میں مدیر رضاکار نے تحریر فرمایا ہے:۔

رضاکار:۔ جہاں تک حوالہ کا تعلق ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ مدیر رضوان نے عبارت میں تحریف کر کے اپنی ایمانداری کا خوب ثبوت دیا ہے (رضاکار ۲۶ نومبر ۵۴ء)

رضوان: اب ہم حیران ہیں کہ ہم نے ذخیرۃ المعاد کی عبارت میں کیا تحریف کی ہے اور کونسی بے ایمانی کی ہے جس پر مدیر رضاکار اتنے سیخ پا ہوئے ہیں۔ ذرا ہمیں بھی تو بتائیے۔ کہ

تحریف کیا کی ہے؟ مگر معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے صرف تحریف کا نام ہی سنا ہے
خیر سے (نقل شدہ) کی طرح جناب تحریف کے مفہوم سے کلی بے خبر ہیں۔ ورنہ
ہماری خیانت و تحریف ظاہر کرنا چاہیے تھی؛ تاکہ عوام کو کچھ پتہ چلتا۔ تحریف کے لفظ
کے استعمال سے تو تحریف نہیں ہو جاتی۔ اس کے بعد مدیر رضاکار نے ذخیرۃ المعاد کے
دو حوالے لکھے ہیں:-

پہلا حوالہ: زناکار پیشہ ور عورت کے ساتھ عدت پر نظر کیے بغیر متعہ جائز ہے یا نہیں؟
علامہ مرحوم جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ درست اور مشہور یہی ہے کہ آب زنا قابل احترام
نہیں اور اسی اصول کے مطابق پیشہ ور کے لیے عدہ بھی نہیں۔ لیکن چونکہ یہ احتیاط
کے خلاف ہے۔ بنا بریں بغیر عدہ کے نہ صیغہ پڑھا جائے اور نہ مقاربت کی جائے۔
کم از کم پاکیزگی کا ایک دور گزر جائے۔ (رضاکار ص۲ ۱۶ نومبر ۱۹۵۲ء)

رضوان: یہ عبارت ذخیرۃ المعاد کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی مدیر رضاکار کے لفظوں میں
من و عن آپ کے سامنے ہے۔ اس کو بغور پڑھ لیجیے اور بتائیے ہم نے اس عبارت
میں کیا خیانت کی۔ ہم نے یہی تو لکھا تھا کہ شیعہ مذہب میں کنجری سے متعہ جائز ہے
جو اس عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہے۔ البتہ عدت کی قید ضرور ہے مگر وہ احتیاطی
طور پر ہے۔ اس لیے جواب میں یہ لفظ ہیں کہ مشہور اور درست یہی ہے۔ بہر حال
عدہ کی قید سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ مدیر رضاکار اگر کچھ اور قیود بھی لگا دیں تو ہمیں منظور ہے۔

دوسرا حوالہ: مدیر رضاکار نے دوسرا حوالہ یہ دیا ہے جو من و عن آپ کے سامنے ہے

سوال: زناکار عورت کے ساتھ متعہ درست ہے یا نہیں؟
جواب: بلی جائز است باکراہت علی الاقوی | ہاں جائز تو ہے مگر بڑی کراہت کے ساتھ

اب "بڑی" کا لفظ مدیر صاحب نے اپنی طرف سے لگا دیا ہے۔ یعنی خیانت خود کرتے ہیں اور الزام دوسروں پر رکھتے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔ بلی جائز است علی الاقوی کا لفظی ترجمہ صرف اس قدر ہے: "ہاں جائز تو ہے مگر قوی روایت کے ماتحت مکروہ ہے" "بڑی کراہت" یہ مدیر صاحب کا اضافہ ہے۔ بہرحال ان دو حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ کنجری سے متعہ جائز ہے یا بکراہت جائز ہے یا عدہ کے بعد جائز ہے۔ مگر جائز ضرور ہے۔ یہی ہم نے لکھا تھا۔ مگر نامعلوم مدیر اعلیٰ رضاکار کیوں ناراض ہوئے اور کیوں تلملائے؟ اس کے بعد مدیر اعلیٰ رضاکار نے لکھا کہ:۔

رضاکار: اب مدیر رضوان سے کوئی پوچھے کہ ہمارے محترم سید صاحب! یہ جو آپ نے تمام شرطیں ہضم کر کے مطلقاً جواز کا حکم گھڑا ہے اسے جناب کی کس مسلمہ شرافت کے خانہ میں جگہ دی جائے (رضاکار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: جناب والا شرافت دراقت کو تو رہنے دیجئے۔ چاہوں تو میں بھی اس قسم کی بازاری زبان استعمال کر سکتا ہوں مگر میں اس کو شرافت و دیانت کے خلاف سمجھتا ہوں اور پھر شرافت کا حالی تو ابھی آپ کے سامنے آجائے گا۔ کہنا یہ ہے کہ آپ نے جو دو حوالے نقل کیے ہیں ان سے یہ بات بالکل صاف طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ شیعہ مذہب میں کنجری سے متعہ جائز ہے اور عدت کی قید محض احتیاطی ہے۔ جس کو زیادہ سے زیادہ مستحب کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ اگر بالفرض عدت کو وجوب کا درجہ بھی دے دیا جائے تو اب متعہ کی عبارت یوں بن جائیگی کہ کنجری کے ساتھ عدت کے بعد متعہ جائز ہے۔ ہم بھی جواز کے متعلق کہتے تھے جو الحمد للہ جناب نے تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد مدیر رضاکار نے لکھا کہ:۔

رضاکار: اگر ہمارے ہاں کنجری سے متعہ جائز ہے تو تمہارے ہاں کنجری سے نکاح بھی
تو جائز ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے ——— اور اگر نفس جواز پر کوئی ناک بھوں
چڑھاتا ہے تو ہم عرض کریں گے کہ کیا مذہب اہل سنت میں کنجری کے ساتھ نکاح
جائز نہیں۔ (رضاکار صد ۲ ۱۶ ار نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: لکھنے کو تو مدیر اعلیٰ رضاکار نے یہ جملے لکھ دیے اور بلا تکلف کہہ دیے۔ مگر
انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ متعہ اور نکاح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ شیعہ کتب میں متعہ اور نکاح دو علیحدہ باب ہیں۔ مختصر یوں سمجھ لیجئے کہ متعہ
ایک عارضی معاہدہ ہوتا ہے جو صرف وقت پاس کرنے کی ایک ترکیب ہے۔
جیسے کنجری سے بھی عارضی عقد ہوتا ہے اور چند ٹکے مقرر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ذخیرۃ المعاد
کے صفحہ ۶۹ پر عقد کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ عقد دوام نکاح، عقد انقطاع متعہ۔ ہم
سے اگر پوچھئے تو ہمارے نزدیک متعہ اور کنجری کے کوٹھے پر جانے میں صرف لفظی فرق
ہے۔ جس طرح کنجری سے کچھ روپے کے عوض ایک دو رات کے لیے معاہدہ
ہوتا ہے۔ اسی طرح متعہ میں ہوتا ہے۔ گویا شراب ایک ہی ہے صرف لیبل بدل
گیا ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ کنجری سے بعد از توبہ نکاح کرنا اور بات ہے۔
اور متعہ کرنا وہی زنا ہے۔ صرف لفظ کا فرق ہے۔ البتہ یہ بات دوسری ہے کہ آپ
کے مذہب میں متعہ بھی نکاح کی طرح ایک عقد ہے اور یہ بات آپ اپنے
مذہب کے مطابق بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ جیسے ہندو بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ
کہ مسلمانوں کے ہاں نکاح قاضی پڑھاتا ہے اور ہمارے ہاں پھیرے پڑتے ہیں۔
غرضیکہ متعہ ہو یا عقد یا پھیرے ان میں جو بھی فرق ہوگا، وہ اپنے اپنے مذہب کے

مطابق ہوگا۔ ایک دہریہ کی نظر میں ان سب میں کچھ فرق نہیں۔ یہ ہی حال متعہ اور نکاح کا ہے۔ آپ کے ہاں متعہ جائز ہے۔ ہمارے ہاں یہ زنا ہے۔ یہ تو اپنا اپنا مذہب ہے۔ آپ کو متعہ مبارک ہو اور ہمیں نکاح۔ اس میں ہمیں کیا اعتراض ہے جبکہ آپ خود ہی فرما رہے ہیں کہ "نفس جواز متعہ پر کوئی ناک بھوں چڑھاتا ہے تو چڑھائے"!

غرضیکہ ہم نے عوام کو صرف اس قدر بتایا تھا کہ شیعہ مذہب میں کنجری سے بھی متعہ جائز ہے جو الحمدللہ آپ کو بھی تسلیم ہے۔ اب ہمیں واقعی کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اس پر ناک بھوں چڑھائیں۔ البتہ یہ ضرور کہنا ہے کہ شیعہ مذہب کو قائم و دائم رکھنے والا یہ ہی متعہ ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا میں شیعہ مذہب کا وجود ہی نہ ہو۔ کیونکہ شیعہ مذہب کی ساری بہار ہی متعہ میں بند ہے اور اس کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ متعہ کرنے والے کو امام حسین، بلکہ حسن، بلکہ علی بلکہ حضور نبی کریم کا درجہ مل جاتا ہے (برہان المتعہ صفحہ ۵) واقعی جب امام حسین کا درجہ مل جائے تو اس سے بڑی دنیا میں اور کون سی چیز ہے۔

معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

نکاح اور متعہ

نکاح اور متعہ کی بات چلی ہے تو ہم نکاح و متعہ کا فرق اور متعہ کے فضائل و مناقب بھی بیان کرتے چلیں تاکہ قارئین پر متعہ کی حقیقت واضح ہو جائے۔ شیعہ مذہب میں متعہ ایک نہایت شریفانہ اور متبرک فعل ہے اور اس کے فضائل و مناقب سے کتب شیعہ بھری پڑی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کتب شیعہ میں جس قدر فضائل متعہ کے ہیں نماز کے بھی نہیں۔

متعہ کے لغوی اور شرعی معنیٰ

الاستمتاع | یعنی متعہ کے لغوی معنیٰ نفع

فی اللغتہ الانتفاع وکل من انتفع بہ فھو متاع عامہ لغت	اور فائدہ کے ہیں جس چیز سے بھی نفع اُٹھایا جائے وہ متاع ہے۔

شیعہ حضرات کی شرعی اصطلاع میں متعہ یہ ہے۔ ایک عورت کو وقت مقررہ کے لیے مقررہ اُجرت کے عوض مجامعت کی خاطر ٹھیکہ پر لینا یہ فعل متعہ ہے۔ چنانچہ کافی ج ۲ صہ ۱۹۱ کتاب اول میں ہے:۔

انما ھی مستاجرۃ۔	تحقیق ممتوعہ عورت ٹھیکہ کی چیز ہوتی ہے۔

متعہ مومنہ عفیفہ سے کرے — جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہلِ بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا عذاب نہ کیا جائے گا وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کرے مگر عورت عفیفہ ہو مومنہ ہو اس سے متعہ کرے ـــ (تحفۃ العوام صہ ۲۷۱) ـــ بجا فرمایا۔ عفیفہ سے ہی ہونا چاہیئے: تاکہ ثواب میں بھی زیادتی ہو جائے۔

متعہ کا طریقہ — اگر مرد و عورت خود صیغہ جاری کریں ـــ عورت کہے :۔ متعتك نفسی فی المدۃ المعلومۃ بالمبلغ المعلوم۔

مرد کہے :ـــ قبلت المتعۃ لنفسی فی المدۃ المعلومۃ بالمبلغ المعلوم (تحفۃ العوام صہ ۲۷۱)

یہودیہ اور نصرانیہ سے متعہ — جاننا چاہیئے کہ متعہ کرنا زنِ مسلمہ یا اہلِ کتاب اور نصرانیہ اور یہودیہ سے درست ہے۔ (تحفۃ العوام صہ ۲۷۱)

ہزار سے متعہ — اور متعہ تو ہزاروں جائز ہیں (ضیاء العابدین صہ ۱۱۲)۔ اور زرارہ صاحب سے روایت ہے کہ ممتوعہ کتنی حلال ہیں۔ فرمایا جس قدر چاہو حلال ہیں:۔

ما يحل من المتعة قال كم شئت۔	متعہ میں جس قدر رچا ہو حلال ہیں (کافی ج ۲ صہ ۱۹۱)

غیر ذمہ داری زنا میں یہ ہوتا ہے کہ کام نکلنے کے بعد یہ جا اور وہ جا۔ متعہ کی بھی یہی حالت ہے۔ نہ طلاق ہے (جامع عباسی صہ ۱۳۵)

ولا عدة لها عليك (کافی ج ۲ صہ ۱۹۳)	نہ اولاد کو میراث ملتی ہے نہ عدت ہے۔
وليس بينهما ميراث (جامع عباسی صہ ۱۳۵)	وکیل اور نکاح خواں کی ضرورت نہیں

(رسالہ فقہ ملا باقر مجلسی)

دن بارات، ایک یا دو بار کی شرط ولا ايلاء ولا لعان ولا توارث بينهما ويجوز اشتراط البالغ في العقد كاشتراط الاتيان ليلاً ونهاراً مرة او مراراً في الزمان المعين۔	اور متعہ میں ایلاء لعان اور میراث بھی نہیں ہے اور جائز ہے اشتراط البالغ فی العقد جیسے یہ شرط لگانا کہ میں دن میں جماع کروں گا یا رات میں۔ یا یہ شرط لگانا کہ ایک دفعہ جماع کروں گا یا دو دفعہ وقت مقررہ میں (الروضۃ البہیہ صہ ۲۸۶)

متعہ کی غرض شہوت رانی ہے زنا کی غرض و غایت بھی رفع حاجت شہوت ہے اور نسل نہیں ہے۔ اس طرح متعہ کی غرض بھی محض شہوت کو بجھانا ہے۔ شیعوں کے شہید دوم ابی عبداللہ الشہید محمد بن مکی فرماتے ہیں:-

ويجوز العزل عنها وان لم يشترط لان الغرض الاصلي	ممتوعہ عورت سے عزل یعنی بوقت انزال منی کو باہر گرا دینا جائز ہے۔

متعہ الاستمتاع دون النسل | اگر شرط نہ کی ہو۔ کیونکہ غرض اصلی متعہ ہے۔ صرف فائدہ اٹھانا ہے۔ نہ کہ نسل یعنی اولاد۔

(الروضۃ البہیہ شرح لمعہ دمشقیہ صـ۲۸۶ و جامع عباسی صـ۱۵۵)

اور فرماتے ہیں شہید ثانی :-

طلاق اور توارث نہیں

ولا یقع بہا طلاق بل تبین بانقضا العدۃ ولا توارث بینھما۔ | اور متعہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ وقت ختم ہونے پر متعہ ختم ہوتا ہے۔ اس میں جانبین میں میراث نہیں ہے۔

(الروضۃ البہیہ شرح لمعہ دمشقیہ)

متعہ میں طلاق نہیں

متعہ میں قید مدت کی اور ذکر مہر کا لازم ہے۔ متعہ میں نکاح کے طور پر نان نفقہ لازم نہیں ہے۔ اگر شرط کرے تو متعہ کی مدت تک نان نفقہ بھی واجب ہو جاتا ہے اور متعہ کی عورت کا ارث میں کچھ حق نہیں ہے۔

(ضیاء العابدین صـ۲۹۱)

متعہ میں میراث نہیں

ولا یثبت بالمتعۃ میراث ولا یقع بالمتعۃ طلاق اجماعاً ولا لعانا۔ علی الاظہر ویقع الظہار علی تردد | متعہ میں میراث نہیں ثابت ہوتی متعہ میں طلاق کبھی نہیں لعان بھی نہیں۔ البتہ تردد کے ساتھ ظہار ہو سکتا ہے۔

(مختصر نافع صـ۵۶)

متعہ میں اجرت

متعہ میں اُجرت پیشگی دینی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر بعد میں

ممنوعہ عورت نے اُجرت کا دعویٰ کیا تو وہ قابل سماعت نہ ہوگا (تنبیہ المنکرین) یعنی جس طرح زنا میں خرچی پیشگی دی جاتی ہے اسی طرح متعہ میں ضروری ہے۔ جس طرح زنا میں خرچ کا تعین نہیں اسی طرح متعہ میں اجرت کا تعین نہیں ہوتا۔ ایک کف گندم یا ایک لقمہ طعام پر بھی متعہ ہو سکتا ہے۔ (کافی جلد ۲ ص ۱۹۲)

وقت کا تعین | متعہ کے لیے وقت کا تعین بھی ضروری ہے۔ اگر وقت معین نہ ہوگا تو متعہ باطل ہوگا۔ (جامع عباسی ص ۱۳۵)

تنہائی | متعہ کے لیے اشتہار و اعلان کی ضرورت نہیں۔

لیس فی المتعۃ اشتھار و اعلان | (تہذیب الاحکام باب النکاح)

واقعی اعلان کی کیا ضرورت ہے یہ کام تو پوشیدگی ہی میں لطف دیتے ہیں۔

تعداد کوئی نہیں | تزوج منھن الفا فانھن مستاجرات

اما المتعۃ فلا حد لھا علی الاصح

وعن زرارۃ عن الصادق قال ذکر لہ المتعۃ اھی عن الاربع قال تزوج منھن الفا فانھن مستاجرات۔

متعہ کرو چاہے ہزار عورتوں سے کیونکہ یہ ٹھیکہ کی اشیاء ہیں (کافی ج ۲ ص ۱۹۱) لیکن صحیح یہ ہے کہ متعہ کے لیے تعداد مقرر نہیں۔ زرارہ نے امام جعفر صادق سے روایت کی جب آپ سے متعہ کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا یہ بھی صرف چار سے ہو تو آپ نے فرمایا ہزار سے کرو یہ تو اُجرت والی ہیں (الروضۃ البہیہ شرح لمعہ دمشقیہ)

رنڈی سے متعہ | اور کسبیاں بھی اگر کسی کی مدت عدت میں نہ ہو تو کراہت سے کسبیوں سے بھی متعہ درست ہے (ضیاء العابدین ص ۱۹۳) واقعی رنڈی نے

کون سا جرم کیا ہے۔ جو اس کو ثواب سے محروم رکھا جائے۔ یہ تو اخوت کا بہت بڑا مظاہرہ ہے کہ اس کو بھی اپنے ساتھ ہی جنت کی سیٹ ریزرو کرا دی جائے۔

طباطبائی کا فتویٰ علامہ طباطبائی مجتہد حیّ و اعلم بروجردی فرماتے ہیں۔ دائمی عقد میں چار عورتوں سے زیادہ ایک وقت میں نہیں رکھ سکتا۔ لیکن متعہ میں حد نہیں۔ (جامع المسائل ص۳۳)

متعہ کا ایک اہم پہلو اس کے علاوہ متعہ کا ایک نہایت شرمناک پہلو یہ بھی ہے کہ ولدالزنا کنجری کی اولاد تو اپنی قومی حیثیت کو قوم طوائف کی حیثیت میں قائم رکھتی ہے۔ مگر ولدالمتعہ اپنی حیثیت قائم رکھنے سے ایسے عاری ہیں کہ ہند و پاک میں کروڑ شیعہ آبادی میں سے ایک بھی اپنے آپ کو متاعی کہنے کے لیے تیار نہیں۔ گو لاکھوں متاعی مومنوں کی اولاد ہوں گے اور ہونے چاہئیں۔ پھر جس عورت سے متعہ کیا گیا ہے چونکہ وہ پوشیدہ ہوتا ہے اور اس کا اعلان و اظہار کبھی نہیں ہوتا۔ اور نکاح کی طرح متعہ کے اثرات اور نتائج بھی نہیں مرتب ہوتے۔ تو اب خدا معلوم ایک ہی عورت سے کون کون متعہ کرتا ہوگا۔ اور جو اولاد ہوگی۔ اس میں لڑکیوں کا کیا حشر ہوتا ہوگا اور ان لڑکیوں سے نامعلوم کون کون متعہ ٹھہراتا ہوگا۔ یہ وہ امور ہیں جن کو قلم لکھنے ہوئے رکتا ہے۔ قارئین خود ہی اس کا اندازہ لگالیں۔ اب سنیئے متعہ کی خاص شکلیں:۔

متعہ کی خاص شکل مختصر نافع میں ہے، مصنف حجۃ الاسلام ابوالقاسم محلی شیعہ مجتہد لکھتا ہے: جائز ہے متاعی عورت سے یہ شرط لگانا کہ:

ویجوز اشتراط اتیانها لیلاو نهارا و ان لا	دن میں یا رات میں جماع کروں گا
یطاها فی الفرج ولو رضیت به بعد العقد جاز	اور یہ بھی شرط جائز ہے کہ شرمگاہ

ہیں نہ کروں گا۔ اگر وہ راضی ہو جائے بعد عقد کے تو جائز ہے۔

بیوی کی بھتیجی سے متعہ

اگر زوجہ منکوحہ حرہ کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح یا متعہ کرے تو اجازت زوجہ مذکور کی درکار ہے (تحفۃ العوام صـ۲۷۲)

لیجئے! گھر میں بھتیجی یا بھانجی ملنے کے لیے آئی ہے اب شوہر صاحب کا دل آ گیا۔ تو شیعہ مذہب یہ اجازت دیتا ہے کہ اپنی منکوحہ سے اجازت حاصل کر کے بیوی کی بھتیجی یا بھانجی سے بھی لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نکاح اور متعہ کے بغیر بھی جائز ہے

اور روایت ہے کہ جس کے پاس لونڈی ہو تو اسے چاہیئے کہ چالیسویں روز ایک بار خود اس سے مباشرت کرے یا دوسرے پر حلال کر دے (ضیاء العابدین صـ۱۹۲) (۲) اور اگر کوئی اپنی لونڈی سے آپ مباشرت نہ کرے اور دوسرے پر حلال کر دے تو یہ صیغہ پڑھے: احللت لك وطی امتی ھذہ۔ اور جس پہ حلال کرے وہ اس کے جواب میں فقط قبلت کہے تو اس پر حلال ہو جاتی ہے بے نکاح اور متعہ کے اور جب منع کر دے تو حلت موقوف ہو جاتی ہے (ضیاء العابدین صـ۱۹۲، ۱۹۳)

اب مدیر رضاکار واسد بتائیں کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ کسی کی لونڈی بے نکاح اور متعہ کے حلال ہو جاتی ہے۔ آپ تو فرما رہے تھے کہ متعہ میں قیود نہیں اور مدیر رضوان نے قیود ہضم کر لی ہیں مگر یہاں تو نہ نکاح کی قید ہے نہ متعہ کی۔ ان دونوں کے علاوہ دوسرے کی لونڈی سے لطف اٹھانے کی اجازت دی جا رہی ہے۔

بوسۂ فرج

اب ذرا حائری صاحب مجتہد العصر والزمان اعلی اللہ مقامہ کے اس فتوی کو بھی متعہ سے ملا لیجئے۔ فرماتے ہیں کہ فرج جسم کا ایک حصہ ہے۔ بس جیسے شوہر اپنی عورت کے اور اعضا کا بوسہ لے سکتا ہے ویسے ہی اس کا بوسہ لینے میں حرج نہیں

ہے۔ اگر وہ جگہ طاہر ہو۔ (فتاوی حائری حصہ سوم ص۱۴۱)
نیز فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ میں ہے کہ جس طرح عورت کی فرج کا بوسہ لینا

بوسۂ قبل | جائز ہے۔ اسی طرح عورت کی قبل کے مقام کا بوسہ لینا بھی جائز ہے۔

ع۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

اب سُنیئے۔ متعہ کا ثواب، فضائل و مناقب، تعظیم و اجلال، تکریم و تحسین

متعہ کا ثواب | اور اجر، جس کی تفصیل یہ ہے:-

متعہ کا ثواب گناہوں کی کُلی مغفرت ہے | اہل بیت سے روایت ہے جو صرف رضائے خدا اور مخالفت منکرین کے واسطے متعہ کرے تو جو کلمہ کہ اپنی زوجہ متاعی سے کرے اور ہر مرتبہ جب ہاتھ بڑھائے اسکی طرف تو ہر کلمہ اور ہر ست اندازی کے عوض ایک نیکی اس کے واسطے لکھی جاتی ہے اور جب نزدیکی کرتا ہے تو ایک گناہ اس کا بخش دیا جاتا ہے اور جب غسل کرے تو ہر رونگٹوں کی گنتی کے برابر گناہ اس کے بخش دیے جاتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل نے رسولِ خدا سے عرض کی کہ جنابِ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تیری اُمت سے متعہ کرتا ہے تو میں گناہ اس کے بخش دیتا ہوں (ضیاء العابدین ص۱۹۵ مطبوعہ نول کشور)

لیجئے۔ ہر دست اندازی کے عوض ایک گناہ جھڑ رہا ہے اور پھر غسل کے بعد تو گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے لذت اور ثواب بھی اور جنت کی سیٹ بھی۔

کسی نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے مقدمہ متعہ میں عرض کی کہ میرے چچا

چچازاد بہن سے متعہ | کی لڑکی کے پاس مال بہت ہے اور متعہ سے کہتی ہے کہ جانتا ہے تو کہ بہت آدمی میری طلب کرتے ہیں اور میں کسی سے راضی نہ ہوئی اور رغبت مجھے مردوں سے نہیں لیکن جو سُنا ہے کہ خدا اور رسول خدا نے متعہ کو حلال کیا ہے اور عمر نے اسے حرام کیا ہے۔ تو

چاہتی ہوں کہ خدا اور رسول کی اطاعت اور مخالفت عمر کی کروں۔ تو مجھ سے متعہ کر، حضرت نے فرمایا جا متعہ کر کہ خدا دونوں پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجتا ہے (ضیاء العابدین ص۱۹۰)۔ لیجئے۔ چچازاد بہن پر اگر دل آجائے تو اس سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام باقر فرماتے ہیں دونوں پر خدا صلوٰۃ و رحمت بھیجتا ہے۔

متعہ کا عظیم الشان اور بے نظیر ثواب

۱۔ رسالہ برہان المتعہ کے صفحہ ۱۵ پر ہے کہ جو شخص ایک بار متعہ کرے اس کو امام حسین کا درجہ جو دو دفعہ کرے اس کو امام حسن کا درجہ، جو تین دفعہ کرے اس کو حضرت علی کا درجہ، جو چار بار متعہ کرے اس کو رسول کریم کا درجہ مل جاتا ہے (۲)، کتاب منہج الصادقین ص۴۵۶ پر ہے کہ متعہ میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے سے تمام گناہ انگلیوں کے پوروں سے نکل جاتے ہیں اور غسل جنابت کے پانی کے ایک ایک قطرہ سے اللہ تعالیٰ فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس کے لیے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ ثواب اس کا قیامت تک اس کو ملتا رہے گا۔

من تمتع مرۃ کان درجتہ کدرجۃ الحسین۔

جو ایک بار متعہ کرے اس کو امام حسین کا درجہ مل جاتا ہے۔

باکرہ سے متعہ

متعۃ البکر بکرۃ۔ لعیب علی اھلھا (فروع کافی ج ۲ ص۱۹۶)

باکرہ کے ساتھ متعہ مکروہ ہے۔ کیونکہ اسکے رشتہ داروں پر اس میں عیب لگتا ہے۔

٥ لاباس ان تمتع بالبکر ما یُفض علیھا عانہ کراھۃ للعیب علی اھلھا

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں کہ کنواری عورت سے فائدہ اٹھایا جائے، جب تک اس سے جماع نہ کیا جائے واسطے اس کے خاندان کی ہتک کے (کافی جلد ۲ ص۱۹۱) گویا باکرہ کنواری عورت سے بھی متعہ جائز ہے۔ مگر

مکروہ ہے۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ لڑکی کے خاندان والوں پر دھبہ لگتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس میں دھبہ کی بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔ متعہ تو ایک محبوب فعل ہے اور اس کے کرنے والے کو امام حسین کا درجہ مل جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ جو متعہ نہ کرے وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ تنبیہ المنکرین کے صفحہ ۲۵۴ پر ہے کہ (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

فمن خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیامۃ وھو اجدع	جس نے دنیا سے بغیر متعہ کئے کوچ کیا وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھایا جائیگا۔

نجیرہ تو لطف حریر کا مسئلہ تھا۔ یہ متعہ کا نسخہ لذیذ تو ایسا ہے کہ پانچ تنوں میں سے چار تن کا درجہ متعہ کرنے والا حاصل کر لیتا ہے۔ صرف ایک تن کا درجہ ایسا ہے جو نہیں مل سکتا، ورنہ امام حسین کا درجہ امام حسن اور حضرت علی اور حضور نبی کریم کا درجہ تو لامحالہ مل جاتا ہے۔ اب مدیر رضاکار واسد بتائیں کہ کنجری اسے جب متعہ ہو گا خواہ چند قیود کے ساتھ ہو تو وہ کنجری بھی معاذ اللہ ان درجوں پر فائز ہو گی اور اس کو بھی یہ ثواب عظیم حاصل ہو گا یا نہیں؟

ضرب نجم

ذخیرۃ المعاد کے صفحہ ۲۵۴ پر لکھا ہے کہ پاخانہ میں پڑی ہوئی روٹی دھو کر کھالے تو وہ جہنم سے آزاد ہے۔ اس کے جواب میں

پاخانہ کی روٹی اور جنت

مدیر رضاکار نے لکھا ہے:- "ہم نے جملہ متعلقہ ابواب کا مطالعہ کیا مگر ذخیرۃ المعاد میں اس قسم کا کوئی حوالہ نظر نہ آیا اور نہ حکم"۔ (رضاکار صفحہ ۳ ۱۶ / نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: گزارش یہ ہے کہ حوالہ جناب کو اس لیے نظر نہیں آیا کہ جناب نے سخت

گھبراہٹ اور بے کسی کے عالم میں ذخیرۃ المعاد کا مطالعہ کیا۔ اگر جناب والا اطمینان سے دلِ اقدس کو تھام کر ذخیرہ کا مطالعہ کرتے تو حوالہ جناب کو ضرور مل جاتا۔ پھر جناب گھبراتے کیوں ہیں۔ حوالہ غلط ثابت ہو جائے تو جناب ایک ہزار روپیہ بذریعہ عدالت بھی وصول کر سکتے ہیں۔ اب ذرا دوبارہ ذخیرۃ المعاد کا مطالعہ کیجئے یہ مسئلہ ذخیرۃ المعاد صفحہ ۴۵ مکروہات تخلی میں موجود ہے۔

رضاکار: ہاں یہ ممکن ہے کہ احترام رزق کے سلسلہ میں کہیں یہ ہو کہ روٹی کے ٹکڑے کو پاک کر کے استعمال کر لیا جائے۔ یہ بھی ہم اپنی طرف سے امکان پیدا کر رہے ہیں جسے تحریف فرما کر مولوی صاحب (مدیر رضوان) نے اپنی ذہنی طہارت یوں آشکارا فرمائی ہے۔ (رضاکار صفحہ ۳ ۱۶ ار نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: اب ذہنی طہارت کی بات تو چھوڑیئے، ذہنی طہارت کا حال تو ابھی معلوم ہو جائے گا۔ مگر جناب نے یہ کیا فرما دیا کہ "روٹی کے ٹکڑے کو پاک کر کے احترامِ رزق کے سلسلہ میں استعمال کر لیا جائے" یہ اچھا احترام رزق ہے کہ پاخانہ (گوہ) میں پڑا ہوا روٹی کا ٹکڑا جناب دھو کر استعمال فرمائیں۔ یہ ذہنی اور جسمی طہارت تو جناب ہی کو مبارک ہو۔ اہلِ سنت کے ہاں زیادہ سے زیادہ روٹی کے ٹکڑے کا احترام یہ ہوگا کہ اس کو نجاست سے علیحدہ کر دیا جائے یا پرندوں کو ڈال دیا جائے، یہ نہیں کہ شیر مادر سمجھ کر داخلِ دفتر کر لیا جائے۔ معاف کیجئے رزق کا ایسا احترام تو کوئی بھی مہذب شخص گوارا نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ اسلام جیسا مہذب اور فطری دین اس باب میں ایسی لچر ہدایات دے۔ اس کے علاوہ آپ اپنی گھبراہٹ ملاحظہ فرمائیے: آپ نے پہلے تو یہ لکھ دیا کہ "ذخیرۃ المعاد کے متعلقہ

ابواب میں اس کا کوئی مسئلہ درج ہی نہیں ہے۔" اس کی چند سطر بعد آپ نے یہ بھی لکھ دیا کہ "ہاں ممکن ہے احترام رزق کے سلسلہ میں کہیں یہ ہو کہ روٹی کے ٹکڑے کو پاک کر کے استعمال کر لیا جائے"۔ سبحان اللہ! ابھی تو آپ نے یہ لکھا تھا کہ میں نے ذخیرۃ المعاد کے تمام ابواب کا مطالعہ کر لیا۔ اگر واقعی آپ نے مطالعہ کر لیا تھا تو پھر — ہاں یہ ممکن ہے — کی گنجائش کہاں سے نکل آئی۔ لیجئے! اب سنبھلئے۔ ہم آپ کی تسلی کیے دیتے ہیں:

پاخانہ کی روٹی سے جنت کی سیدھی رجسٹری ہو جاتی ہے

یہ مسئلہ ذخیرۃ المعاد کے صفحہ ۴۵ پر موجود ہے۔ مگر ہم آپ کے مزید اطمینان کے لیے یہی مسئلہ شیعہ مذہب کی مشہور مذہبی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں دکھاتے ہیں۔ اسی کتاب کے باب المکان للمحدث میں ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام پاخانہ میں داخل ہوئے

دخل ابو جعفر الباقر الخلاء فوجد لقمۃ خبز فی القذر فاخذھا وغسلھا ودفعھا الی مملوک معہ فقال یکون معک لاکلھا اذا خرجت فلما خرج قال للمملوک این اللقمۃ قال اکلتھا یا ابن رسول اللہ فقال انھا ما استقرت فی جوف الا وجبت لہ الجنۃ	تو پایا ایک روٹی کا ٹکڑا جو گندگی میں پڑا ہوا تھا۔ تو آپ نے اس کو اٹھایا اور دھویا اور اپنے غلام کو دیا۔ اور فرمایا یہ ٹکڑا تیرے پاس رہے جب میں نکلوں گا تو اس کو کھاؤں گا۔ جب امام پاخانہ سے باہر تشریف لائے تو غلام سے پوچھا لقمہ کہاں ہے۔ غلام نے کہا اے ابن رسول اللہ میں اسکو کھا گیا۔

فاذهب فانی اکره ان استخدم من اهل الجنة۔ (من لا یحضرہ الفقیہ) | امام باقر نے فرمایا وہ نہ پہنچے گا، کسی کے معدہ میں مگر واجب ہوجائے گی اس کے لیے جنت

پھر غلام سے فرمایا۔ جا تو آزاد ہے۔ میں ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے خدمت لوں جو جنتی ہو ـــــــ یہ امام باقر کی حدیث ہے اس کے متعلق تو بدیہہ رضا کار یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجتہد کے مرجانے سے اس کا فتویٰ بھی مرجاتا ہے۔ اس روایت سے بالکل صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب میں پاخانہ میں گری ہوئی روٹی کو دھوکر کھا لینے سے جنت کی سیٹ ریزرو ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسی روایت سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔ ۱۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ روٹی کا ٹکڑا گو میں پڑا تھا۔ امام نے اس کو اٹھایا اور دھویا ظاہر ہے کہ روٹی کا ٹکڑا دھونے سے پاک نہیں ہوسکتا کیونکہ نجاست اس میں جذب ہوجاتی ہے اور دھونے سے اس کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔ ۲۔ امام نے وہ روٹی کا ٹکڑا اپنے غلام کے پاس اس کو امین سمجھ کر رکھا تھا۔ مگر اس نے امام کی نافرمانی کی۔ روٹی کا ٹکڑا امام کی اجازت کے بغیر کھا لیا اور یہ کہ امام کا گمان اپنے غلام کے متعلق صحیح نہیں نکلا۔ ۳۔ امام اگر روٹی کے ٹکڑے کا ادب ہی کرنا چاہتے تھے تو اسکو پاخانہ سے اُٹھوا دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جس کے معدہ میں یہ لقمہ جائے گا۔ اس کے لیے جنت واجب ہوجائے گی۔ ۴۔ جب غلام نے وہ لقمہ کھا لیا تو اسی وقت وہ جنتی ہوگیا۔ اسی لیے امام نے فرمایا (چونکہ تم پاخانہ میں پڑے ہوئے روٹی کے لقمہ کے کھانے سے جنتی ہوگئے ہو) اسلیئے میں ناپسند کرتا ہوں کہ جنتی سے خدمت لوں۔ اس لیے امام نے اسی وقت اس کو آزاد کردیا۔ چونکہ سب ائمہ کی حالت ایک سی ہوتی ہے تو اب شیعہ حضرات فرمائیں کہ رسول کریم اور حضرت علی نے جن

لوگوں سے خدمت لی جیسے بلال اور قنبر۔ ان کی کیا حالت ہو گی (۵) پھر تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ شیعیانِ امام حضرت امام باقر کی سنت کو چھوڑ کر تلاشِ معاش میں سرگرداں ہیں۔ ایسی غذائے لطیف اور لقمۂ طیب کی تلاش کیوں نہیں کرتے جو ہم خرما و ہم ثواب ہے۔ لذتِ زبان اور سیری شکم کے علاوہ سنتِ امام باقر ہے اور اس پر مزید یہ کہ جنت کی سیٹ بھی ریزرو ہو جاتی ہے۔ بہر حال یہ ہے حوالہ جو آپ کی اکثر مذہبی کتب میں موجود ہے۔ اب نہ معلوم پاخانہ کی روٹی سے آپ حضرات کو کیا انس و محبت ہے کہ اس کو داخلِ دفتر کرنے کے لیے حضرت امام باقر کی طرف روایت منسوب کی گئی ہے اور اس پر اجر و ثواب کے پل باندھ دیے گئے ہیں۔

رضا کار: پھر ستھرا پے کی پھبتی کسنے والے ذرا اپنی روح کا تو جائزہ لیں۔ بقول مدیر رضوان ہمارے ہاں تو اتنی احتیاط ضروری ہے کہ نجس شئے کو استعمال سے پہلے دھو لیا جائے۔

(رضا کار ص ۳ ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: جناب والا دھو لیا جائے۔ یہ نہیں بلکہ کھا لیا جائے۔ اور وہ بھی عام ایسی اشیاء جن میں نجاست جذب نہ ہو سکے۔ بلکہ روٹی کا ٹکڑا جو دھونے سے بھی پاک نہ ہو۔ جیسے جناب کے مذہبِ مہذب میں نجاست میں پڑا ہوا روٹی کا ٹکڑا دھو کر کھا لینا چاہیے۔ اور پھر فوراً جنت کی سیٹ ریزرو ہو جاتی ہے۔

رضا کار: ابھی رضوان میں ایڈیٹر صاحب کے بزرگ کا فتویٰ شائع ہوا ہے کہ چوہے کی مینگنی ملی ہوئی غذا شیر مادر کی طرح مباح ہے۔ (رضا کار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: اس موضوع پر میں خصوصی طور پر شیعہ حضرات سے گزارش کروں گا۔ کہ ملتِ شیعہ کے ترجمان کے ایڈیٹر صاحب جان بوجھ کر خیانت فرما رہے ہیں

رضوان میں ان لفظوں کے ساتھ سرے سے کوئی فتویٰ ہی موجود نہیں ہے۔
مدیر رضاکار اپنی طرف سے لفظ گھڑ کر ہم پر تھوپ رہے ہیں جو ان کے لاجواب ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ رضوان کے فتویٰ کی اصل عبارت یہ ہے :-

"کھانے کی اشیاء میں اگر چوہے کی مینگنیں مل جائیں تو ان کو نکال کر ان اشیاء کا کھانا جائز ہے۔"

یہ ہیں رضوان کے اصل فتویٰ کے الفاظ جو ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۲۵ پر درج ہیں۔ مگر مدیر رضاکار کی خیانت ملاحظہ کیجیے کہ اپنی غلاظت دوسروں کے سر ڈالنے کے لیے تحریف جیسے سنگین جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں، اور کس دیدہ دلیری سے عبارت کو بدل کر اس طرح لکھ رہے ہیں :

"چوہے کی مینگنی ملی ہوئی غذا شیر مادر کی طرح مباح ہے۔"

یہاں انھوں نے "ملی ہوئی غذا شیر مادر کی طرح مباح ہے۔" یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیے اور ملت شیعہ کے آزاد و بے باک ترجمان میں درج کرتے وقت ذرا بھی نہ شرمائے اور انھوں نے عبارت میں خیانت کرتے وقت یہ بھی خیال نہ کیا کہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کا رضوان ہزاروں کے پاس ہے۔ لوگ جب اصل عبارت دیکھیں گے تو رضاکار کے رئیس التحریر کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ جب ان کے نزدیک قرآن ہی میں تحریف ہو گئی تو مدیر رضاکار رضوان کے فتویٰ میں تحریف کر دیں تو کون سی افتاد پڑ جاتی ہے۔

❊

ضرب ششم

خلافِ وضعِ فطری عمل اور قول قوی

ذخیرۃ المعاد میں لکھا ہے کہ خلافِ وضعِ فطری عمل کرنے کے متعلق قولِ قوی وارد ہوا ہے۔ اس کے جواب میں مدیرِ رضاکار نے لکھا ہے: لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اولاً تو سرے سے ذخیرۃ المعاد میں یہ عبارت ہی موجود نہیں ہے (رضاکار ص۳ ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)۔

رضوان: اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر عبارت موجود نہ ہو تو ہزار روپیہ جناب بذریعہ عدالت بھی وصول کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ یہ عبارت موجود ہے اور ذخیرۃ المعاد میں موجود ہے۔ دیکھیئے ذخیرۃ المعاد ص۱۱۹۔ اس میں یہ عبارت آتی ہے:
"در جواز وطی در اشکال است واحوط اجتناب است۔ اگرچہ قول بجواز ش قوی است" — اب تو نظر آگئی عبارت — اب ذرا پڑھیے، تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ دیجئے۔ جھجکیئے نہیں۔ اس کے مصداق ہم نہیں آپ ہی ثابت ہوں گے۔

رضاکار: ثانیاً۔ خود مدیرِ رضوان نے جو الفاظ گھڑ کر پیش کیے ہیں، ان سے کبھی جواز کا حکم نہیں نکلتا (رضاکار ص۳ ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: اگر میں نے گھڑ کر پیش کئے ہیں تو آپ کو اصل عبارت پیش کرنا چاہیئے تھی۔ لیجئے میں پھر اصل عبارت پیش کرتا ہوں: "اگرچہ قول بجواز ش قوی است" بتائیے اس میں میں نے کون سے لفظ گھڑے ہیں؟ اب منصف شیعہ حضرات غور فرمائیں کہ عبارت من وعن موجود ہے۔ ذخیرۃ المعاد کے ص۱۹۱ پر ثبت ہے مگر

مدیر اعلیٰ رضاکار فرماتے ہیں ، سرے سے ہے ہی نہیں ۔ ع

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

رضاکار: اس جملہ کا ترجمہ تو یہ ہوا کہ وطی دبر کے جائز ہونے میں اشکال ہے اور حکم قوی یہ ہے کہ اجتناب کیا جائے ۔ یہاں پر فتویٰ ختم ہو گیا ۔ اس کے بعد ایک قول کی جانب اشارہ ہے حکم نہیں ۔ (رضاکار ص۳ ۱۶ ر نومبر ۱۹۵۴ء)

رضوان: آپ کہتے ہیں ۔ فتویٰ یہاں پر ختم ہو گیا ۔ مگر جناب یہ آپ اپنے ہی عوام کی آنکھوں میں دھول ڈال سکتے ہیں ۔ ابھی اہل علم زندہ ہیں ۔ فتویٰ یہاں ختم نہیں ہوا ۔ بلکہ اس کے بعد یہ عبارت بھی ہے ، جس کو آپ کھا گئے ۔ "اگرچہ قول بجوازش قوی است ۔" اب بولیے فتویٰ وہاں ختم ہوا یا یہاں ؟

ثانیاً: ابھی تو آپ یہ کہہ رہے تھے عبارت سرے سے موجود ہی نہیں ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین بھی پڑھ چکے ہیں ۔ مگر دو سطر بعد آپ عبارت کی موجودگی کو مان رہے ہیں ۔ یہ کیا تماشا ہے ؟

ثالثاً: آپ نے "احوط اجتناب است" کا ترجمہ کیا ہے "حکم قوی یہ ہے ۔" یہ حکم قوی آپ نے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے ۔ یہاں تو کوئی ایسا لفظ نہیں ہے ۔ جس کا ترجمہ "حکم قوی" کیا جا سکے ؟

رابعاً: اب ہم مکمل عبارت مع ترجمہ کے لکھتے ہیں ۔ تاکہ عوام بھی ہماری آپ کی گفتگو سے نتیجہ نکال لیں ۔ ذخیرۃ المعاد کے ص۱۹۱ پر ہے :-

در جواز وطی دبر اشکال است واحوط اجتناب است ، اگرچہ	خلاف فطری فعل کرنے کے جواز میں اشکال ہے اور احتیاط اسی میں ہے

قولِ بجوازش قوی است۔
(ذخیرۃ المعاد صفحہ ۱۹۱)

کہ اجتناب کیا جائے۔ اگرچہ اس کے
جائز ہونے پر قول قوی آیا ہے۔

عبارت آپ کے سامنے ہے۔ ترجمہ آپ خود نہیں کر سکتے تو کسی فارسی جاننے
والے سے کرا لیجئے۔ اس عبارت میں احوط کا لفظ آیا ہے جو اسم تفضیل کا صیغہ ہے
جس کے معنی بہت احتیاط کے ہوں گے۔ تو اب پوری عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ اس
فعل کے متعلق اشکال ہے اور بہت احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا
جائے۔ اگرچہ اس فعل کے جائز ہونے پر قول قوی آیا ہے تو آپ کے مجتہد صاحب فرماتے
ہیں کہ بہت احتیاط یہ ہے کہ وطی فی الدبر نہ کی جائے۔ لیکن اگر کوئی شیعہ ایسا فعل
کرے تو اس کے متعلق یہ ہی کہا جائے گا کہ اس نے بے احتیاطی کی ہے۔ کیونکہ اس
فعل کے جواز پر بھی تو قول قوی آیا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کے مجتہد علامہ
زین العابدین صرف احوط کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ اگر ان کا مسلک یہ ہوتا کہ یہ
فعل حرام ہے تو صاف لکھتے کہ یہ ذلیل فعل حرام ہے۔ اس کے کبھی بھی قریب نہ جانا۔
مگر انھوں نے ایسا نہیں لکھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ فعل حرام تھا ہی نہیں۔ بلکہ
انھیں تو اشکال تھا۔ اب ذرا پڑھیے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کیونکہ حوالہ سرے سے
ہی نکل آیا ہے۔

رضاکار

اس کے بعد بلا یہ رضاکار نے ذخیرۃ المعاد کا ایک حوالہ نقل کیا ہے جس سے
انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شیعہ مذہب میں یہ فعل حرام
ہے۔ چنانچہ فارسی عبارت کا جو ترجمہ انھوں نے کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ
فرمائیے۔ لکھتے ہیں:۔

"ہمارے علماء کی اکثریت[۱] اسے حرام سمجھتی ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے نصوص میں وارد کہ عورتوں ...... کا میری اُمت پر حرام ہے۔ اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ یہ فعل امم سابقہ مثلاً حضرت لوط کی امت کے لیے ممکن ہے جائز ہو[۲] نیز عترت طاہرہ کے نصوص میں وارد ہوا ہے۔ کہ ہم اہل بیت[۳] رسالت کبھی اس فعل کے مرتکب نہیں ہوتے۔ لہذا حکم[۴] قوی ہے کہ اس سے باز رہنا چاہیئے!!

(رضاکار - ۱۶ر نومبر - ۱۹۵۴ء)

رضوان: قبل اس کے کہ ہم اس پر تبصرہ کریں۔ یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ذخیرۃ المعاد کے جس حوالہ کا مدیر رضاکار نے انکار کیا تھا۔ وہ حوالہ ذخیرۃ المعاد کے صلا۱۹ پر موجود ہے۔ یہ نیا حوالہ مدیر رضاکار نے چھانٹ کر نکالا ہے۔ مگر افسوس اس سے بھی وطی فی الدبر کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ نمبروار پڑھیئے:۔

۱۔ اکثریت حرام سمجھتی ہے۔ جس سے اتنا ثابت ہوا کہ بعض مجتہدین شیعہ اس فعل کو جائز بھی کہتے ہیں۔ ورنہ اکثریت کے لفظ کے استعمال کی کیا ضرورت تھی۔

۲۔ ممکن ہے "قوم لوط کے لیے یہ فعل جائز ہو" یہ عجیب وغریب بات آج ہی سُنی گئی ہے اور اس سے بڑی جہالت مجتہد زین العابدین کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ لواطت کو قوم لوط کے لیے جائز بتا رہے ہیں۔ اور پھر مدیر رضاکار کو دیکھیئے کہ وہ اپنے اخبار میں کتنی نزاکت کے ساتھ یہ لکھ رہے ہیں کہ ممکن ہے یہ فعل قوم لوط کے لیے جائز ہو۔ حالانکہ اہل فہم وبصیرت پر روشن ہے کہ لواطت من الرجل کسی بھی شریعت میں جائز نہ تھی۔ اور قوم لوط پر عذاب ہی اسی فعل ذلیل کے ارتکاب کی وجہ سے آیا تھا۔ دیکھو قرآن پاک اور قوم لوط کے حالات۔

۵۳۔ اہلِ بیتِ رسالت کبھی اس فعل کے مرتکب نہیں ہوئے ۔ بے شک اہلِ بیتِ رسالت اس ذلیل فعل کا ارتکاب کیسے کرسکتے تھے ۔ وہ تو طیب وطاہر تھے۔ سوال

تو شیعوں کا ہے۔ وہ اہلِ بیت کہاں ہیں ؟

۵۴۔ لہذا حکمِ قوی ہے۔ یہاں ترجمہ میں مدیر رضاکار نے پھر بڑی دلبری سے خیانت کی ہے۔ اصل فارسی عبارت یہ ہے جسے مدیر رضاکار نے خود بھی

لکھا ہے اور جو اصل جواب بھی ہے :

پس بنابریں احوط ترک است	پس اس بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ اس فعل کو نہ اختیار کیا جائے ۔

اب مدیر رضاکار کی خیانت ملاحظہ کیجئے ۔ کہ وہ اس فارسی عبارت کا ترجمہ "حکم قوی" کر رہے ہیں جو غلط ہے ۔ کسی بھی فارسی جاننے والے سے اس کی تصدیق کر لیجئے ۔ اور پھر حوالہ پر غور کیجئے ۔ اس میں صرف یہ مسئلہ بتایا گیا ہے کہ وطی فی الدبر ترک کرنے میں احتیاط ہے ۔ جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس فعل کو اختیار کرتا ہے ۔ وہ بے احتیاطی سے کام لیتا ہے ۔ بہر حال جواز اس حوالہ سے بھی ثابت ہو گیا ۔

اللہ کی شان ہے ۔ بڑی عرق ریزی کے بعد مدیر رضاکار نے ایک حوالہ تلاش کیا مگر وہ بھی ان کے خلاف ہی پڑا ۔ اس سلسلے میں ہم مدیر رضاکار سے یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ عورتوں سے خلافِ وضعِ فطری عمل شیعہ مذہب میں حرام نہیں ہے ۔ حرام کا لفظ نوٹ کیجئے ۔ البتہ اس فعل کو مکروہ یا اس کے نہ اختیار کرنے کو کہا گیا ہے ۔ مگر حرام نہیں کہا گیا ۔

نیز یہ بات بھی نوٹ کیجئے کہ جہاں بعض مجتہدین شیعہ نے اس فعل کو حرام کہا ہے۔ تو محققین شیعہ نے اس کی تاویل کی ہے اور حرام کو مکروہ قرار دیا ہے۔ دیکھو علامہ محمد بن مکی شہید ثالث کی کتاب الروضۃ البہیہ شرح لمعہ دمشقیہ اور مختصر نافع تصنیف حجۃ الاسلام ابوالقاسم المحقق ؎